بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو حق باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور (اے باطل پرستو) تمہارے لیے ہلاکت ہے ان (نازیبا) باتوں کے باعث جو تم بیان کرتے ہو۔

اَلفتحُ المُبین

مؤلف

حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری

شیخ الحدیث مدرسہ صبغۃ الہدیٰ شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ سندھ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ○ پاکستان

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو حق، باطل کا بھیجہ نکال دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور اے باطل پرستو تمہارے لیے ہلاکت ہے ان نازیبا باتوں کے باعث جو تم بیان کرتے ہو۔

اَلفتحُ المُبین

فی رد اعتراض المعترضین

مؤلف

حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری

شیخ الحدیث مدرسہ صبغۃ الہدیٰ شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ سندھ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	الفتح المبین فی رد اعتراض المعترضین
مصنف	حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم سکندری
بتعاون	علامہ مفتی نور النبی سکندری
سال اشاعت	ستمبر 2006ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z 88
قیمت	90 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk .

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست

تقریظ	7
تعارف مصنف	8
تقدیم	13
وہابی کسے کہا جائے گا	18
علاقہ نجد سے شیطانی گروہ کا ظہور	20
وہابی سب مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کران کا قتل عام جائز سمجھتے ہیں۔	23
وہابیہ کے متعلق مزید چند گواہیاں	24
مولوی عبید اللہ سندھی کی گواہی	25
مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی گواہی	26
لفظ وہابی باعث شرم اور واجب تعزیر ہے	29
مدار ایمان تعظیم رسالت پر ہے	30
ضروری گزارش	32
انعام	32
الفتح المبین فی رد اعتراض المعترضین	33
اعتراض نمبر 1 اور اس کا جواب	35
ترمذی کی روایت اور اس کی تحقیق	36
خیانت وجعل سازی	42
نسائی شریف کی حدیث کا صحیح مطلب	42
اعتراض نمبر 2 اور اس کا جواب	44

دوسرا جواب، قرآن مجید سے میلاد النبی منانے کا ثبوت	45
قرآن مجید سے میلاد کی خوشی منانے کا ثبوت	47
عمل صحابہ وتابعین سے محفل میلاد کا ثبوت	50
حضور نے اپنے فضائل اور اپنا میلاد خود بیان فرمایا	53
جشن میلاد کے بارے میں اکابرین امت کا فتویٰ	58
اعتراض نمبر 3 اور اس کا جواب	66
گنگوہی کے فتویٰ کی نقل	67
مزید چند نمونے بلا تبصرہ	72
جاہلانہ اعتراض	74
اعتراض نمبر 4 اور اس کا جواب	74
معترض کی علمی قابلیت	75
علامہ ابن کثیر کا بیان۔ بادشاہ مظفر الدین	76
محفل میلاد مسلمانوں میں ہمیشہ سے رائج ہے	77
محفل میلاد کے بارے میں مختلف علماء کی مخالفت کا شوشہ	79
ابن تیمیہ کے بارے میں علماء اسلام کی آراء	81
حضرت امام ربانی پر مخالفت میلاد کی تہمت اور اس کا جواب	84
معترض صاحب کی بے علمی	86
محفل میلاد اور علامہ ابن الحاج	86
انوکھا استدلال اور عجیب اعتراض	88
اعتراض نمبر 5 اور اس کا جواب	88
علماء دیوبند کے اقوال سے اعتراض کی تردید	90
آخری حربہ اور بے سروپا اعتراض	91

اعتراض نمبر 6 اور اس کا جواب 92
اعتراض کا پوسٹ مارٹم 93
لامکان لہ اور لامکانی میں فرق 96
لقب شہباز لامکانی کا مطلب 97
معترض کے مزید اعتراضات 97
معترض خود قرآن وحدیث کا منکر ہے 98
مسلمانوں پر بہتان 102
الزام تراشی 103
اعتراض نمبر 7 اور اس کا جواب 106
علم غیب کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ 107
علم غیب کے مراتب کا بیان 108
علم غیب کے منکر کے بارے میں ضروری تنبیہ 109
استاذی مفتی اعظم پاکستان کا ارشاد 109
علم غیب عطائی کا قرآن مجید سے ثبوت 110
نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والا 116
اعتراض نمبر 8 اور اس کا جواب 116
ما کنت تدری کے متعلق مفسرین کے آراء 118
کرامت کا انکار 123
کرامت کا منکر دل کا اندھا 124
کرامات اولیاء حق ہیں 125
اعتراض نمبر 9 اور اس کا جواب 126
بزرگان دین کے ہاں امی کے معنی 128

معترض کا احمقانہ ڈھکوسلہ	133
(معاذ اللہ) حضور اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکالا کرتے تھے (دیوبندی ملا کا الزام)	134
اعتراض نمبر 10 اور اس کا جواب	135
حدیث یفلی ثوبہٗ کے صحیح معنی	136
جنس کو جنس میں ڈھانک کر بھیجنے کی تہمت	141
آیت انا بشر کا ترجمہ اور مفہوم	143
چیلنج	145
مولوی علی محمد کے اعتراضات کا جواب	145
انبیاء کو اپنے جیسا بشر جاننا اور کہنا کفار کا شیوہ ہے	147
حضور کا ارشاد میں تمہارے مثل نہیں اور صحابہ کا اقرار ہم آپ کے مثل نہیں	149
آیت انما انا بشر کا مطلب	150
آیت قد جاء کم من اللہ نور سے حضور کے نور ہونے کا ثبوت	152
حضور کے نور من نور اللہ ہونے کا مطلب	154
حضور کی بشریت کسی بشر کے مثل نہیں	154

تقریظ

شرف ملت محقق اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دام اقبالہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد!

ایک مسلمان کے لئے سب سے قیمتی متاع دولت ایمان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت ہے۔

بد قسمتی سے کچھ ایسے لوگ ہیں جن کا وظیفہ زندگی ہی سرکار دو عالم ﷺ کے ذکر اور چرچے کو روکنا اور آپ کے علم شریف کی وسعتوں پر اعتراض کرنا ہے۔

زیر نظر کتاب مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب کی تصنیف سندھی سیف یزدانی کا اردو ترجمہ ہے۔

جس میں الحمد للہ مفتی صاحب نے مسلک اہل سنت و جماعت کا دفاع بھرپور انداز میں کیا ہے اور دینی حمیت کا بھی زبردست مظاہرہ فرمایا ہے۔

لاڑکانہ کے مولوی علی محمد کے شبہات کا باحوالہ ایسا ازالہ کیا ہے کہ باید وشاید اللہ تعالیٰ آپ کو اس کار خیر کی جزائے عظیم عطا فرمائے آپ نے عامۃ المسلمین کے دین وایمان کے تحفظ کے لئے ایک علمی قلعہ تیار کر دیا ہے۔

آج کے پرفتن دور میں مسلمانوں کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ اپنا ایمانی تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر کریں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

(اقبال)

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پہ پڑ رہو

(امام احمد رضا بریلوی)

محمد عبدالحکیم شرف قادری (03-12-2005)

تعارف مصنف

ازرشحات قلم

فاضل نوجوان جگر گوشہ مفتی اعظم پاکستان علامہ مولانا صاحبزادہ غلام مرتضٰی ہزاروی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ۔

خالق کائنات نے اس عالم رنگ و بو میں بے شمار مصنوعات ومخلوقات کو تخلیق فرمایا لیکن جو مقام و مرتبہ حاملین ایمان وعلم کو عطا فرمایا وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث مبارکہ میں ارباب علم وفضل کے جو فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں وہ کسی صاحب فہم و فراست پر پوشیدہ نہیں۔

علمائے کبار و مشاہیر امت کا تذکرہ جہاں علم وعمل درست کرنے کا باعث ہوتا ہے وہاں مستقبل میں ایک صالح روایت کے تسلسل کا موجب بھی! اہل سنت و جماعت کے نامور عالم باعمل یادگار اسلاف مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم سکندری دامت برکاتہم کی ذات وادئ سندھ اور اندرون و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

خاندانی پس منظر

وادی سندھ کے زرخیز ضلع خیر پور میرس کی تحصیل میرواہ میں قبلہ مفتی صاحب کے خاندان کی حیثیت کئی برسوں سے مسلمہ اور ممتاز ہے۔ علاقائی اثر ورسوخ کے علاوہ شرافت و علمی لگاؤ کی وجہ سے علاقہ بھر میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن قبلہ مفتی صاحب کے وجود مسعود کی وجہ سے اس خاندان کی مزید عزت افزائی خاندان اور علاقہ کے لئے قابل فخر ہے۔

ولادت باسعادت

یکم ستمبر **1944**ء مطابق **27** رمضان المبارک **1365**ھ بروز ہفتہ بوقت **5** بجے صبح عاشق رسول الحاج محراب خان کے گھر آنکھ کھولی۔

ابتدائی تعلیم

قرآن مجید اور مڈل تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی۔

دینی تعلیم

گھر میں دینی و علمی ماحول میسر ہونے کے سبب آپ کے دادا جان الحاج قادر داد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سندھ کے عظیم روحانی خانوادہ پیران پاگارہ کی قائم کردہ دینی درس گاہ میں داخل کروایا جس میں اس وقت کے جید علماء کرام دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت میں مصروف تھے ابتدائی کتب سے انتہائی کتب تک آپ کی تعلیم و تربیت انہی جید علماء کے زیر سایہ ہوئی جن کی قابلیت و محنت کا ثمرہ قبلہ مفتی صاحب کی تبحر علمی، عاجزی و انکساری اور مسلک حق سے والہانہ محبت کی صورت میں دیکھی جا سکتی ہے۔

جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

نبیرہ اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ

فقیہ العصر مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی رحمۃ اللہ علیہ

متکلم دوراں فخر المدرسین حضرت علامہ سید حسین امام اختر رحمۃ اللہ علیہ

بقیۃ السلف عالم باعمل علامہ مولانا مفتی محمد صالح مہر رحمۃ اللہ علیہ

سند المدرسین علامہ مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ

مدرس بے بدل علامہ مولانا عبد الصمد رحمۃ اللہ علیہ

27 رجب المرجب 1386ھ بمطابق 11 نومبر 1966ء کو درس نظامی سے فراغت کے بعد دستار فضیلت جید علماء کرام کے ہاتھوں انجام پائی۔ جن میں امام اہل سنت

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ مناظر ملت پیر طریقت علامہ غلام مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور عاشق رسول فقیہ اعظم سندھ علامہ مولانا محمد قاسم مشوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات قابل ذکر ہیں۔

عملی زندگی

فراغت کے بعد اپنے اساتذہ کرام کی خواہش پر ضلع سانگھڑ کے چھوٹے سے شہر شاہ پور چاکر میں ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی خلوص لگن اور علمی شہرت نے طالبان علم کو اپنی جانب متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹے سے مکان میں شروع کیا جانے والا مکتب عظیم جامعہ کی صورت اختیار کرتا گیا۔ جس میں اس وقت طلباء کی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے۔ بچیوں کی دینی تعلیم کے لئے بھی ایک ادارہ کا قیام قبلہ مفتی صاحب فرما چکے ہیں۔ جن میں اس وقت تک بچیوں کی کثیر تعداد زیر تربیت ہے۔ وسائل کی کمی اور تنگ نظر ماحول کے باوجود حضرت مفتی صاحب اپنی ذات میں ایک منظم تحریک اور اہل سنت کا سرمایہ ہیں۔

مناظرے

فراغت کے پانچ سال بعد آپ نے دیوبندیوں کے مشہور مدرس و مناظر مولوی عرض محمد بوذار (جس کا اس وقت درس و تدریس کا تجربہ چالیس سال تھا) سے علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تاریخی مناظرہ کیا اور اسے شکست فاش دی۔ جس کے چرچے عوام و علماء میں آج تک مشہور ہیں۔ دوسرا مناظرہ بھی اسی مسلک کے مناظر عبداللہ شاہ سے ہوا جو کہ اصل میں علامہ اویسی صاحب نے کرنا تھا مگر دیوبندی مناظر اردو نہ آنے کا بہانہ بنا کر بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہم زبان مناظر کی شرط پر قبلہ مفتی صاحب کو اس کے سامنے لایا گیا۔ مناظرہ کے چند ہی لمحوں میں مذکورہ مناظر قبلہ مفتی صاحب کی تبحر علمی و حاضر جوابی کی تاب نہ لا سکا اور اپنے ساتھ لائی ہوئی کتب کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گیا۔

سفرِ حج

قبلہ مفتی صاحب تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ جن میں ایک حج اکبر بھی شامل ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

تحاریک میں حصہ

تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں قبلہ مفتی صاحب کا اسم گرامی سندھ کے علماء میں سرفہرست ہے۔

بے مثال خطیب

آج کل کے علمی و عملی انحطاط کے دور میں قبلہ مفتی صاحب جیسے خطیب خال خال نظر آتے ہیں۔ آپ کے لہجے میں سوز بلالی بھی ہے اور تلقین غزالی بھی ہے۔ دلائل ولطیف نکات بھی ہیں تو عربی عبارات کی صحت و روانی بھی، وادی سندھ اور بلوچستان کے اکثر علاقوں میں کسی بھی دینی پروگرام کی کامیابی کے لئے قبلہ مفتی صاحب کا نام ہی قابل ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ علماء و مشائخ کی جانب سے ابوالنصر، شیر مصطفیٰ اور سلطان الواعظین جیسے القابات ان کے ہر دل عزیز ہونے کی واضح دلیل ہیں۔

تصانیف

مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت میں جہاں قبلہ مفتی صاحب نے تقریر کے ذریعے خدمات سرانجام دی ہیں وہاں تحریری خدمات بھی انجام دی ہیں۔ بدمذاہب کے ردو ابطال میں سندھی زبان میں مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجمانی بھی قبلہ مفتی صاحب کرتے ہیں۔ جس وجہ سے آپ کی لکھی ہوئی کتب میں سے اکثر کا تعلق مناظرہ سے ہے۔

1۔ سیف سکندری۔ 2۔ سیف یزدانی۔ 3۔ سد سکندری۔ 4۔ دیوبندی دھرم اور عقائد اہل سنت۔ 5۔ شیعان علی غیر مطبوعہ۔ 6۔ ذکر عید میلاد النبی ﷺ۔ 7۔ تحفۃ المومنین۔ 8۔ صحبت نامہ۔ 9۔ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زیر طبع

اولاد

روحانی اولاد کے وسیع سلسلہ کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ نے آپ کو چار صاجزادے اور تین صاجزادیاں عطا فرمائی ہیں۔

بڑے صاجزادے عبدالنبی ہیں دوسرے مولانا مفتی نورالنبی نعیمی سکندری ہیں جو کہ علامہ مولانا غلام رسول سعیدی کے قابل فخر تلامذہ میں سے ہیں۔ اور اپنے والد گرامی کے زیر سایہ اپنے ادارے کی نظامت تعلیم اور دارالافتاء کی ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دے رہے ہیں، تیسرے حافظ وقاری حق نبی سکندری ہیں جو کہ ذہین وفطین طلباء میں سے ہیں اور ہنوز جامعہ نظامیہ رضویہ میں درس نظامی کی تکمیل کے لئے زیر تعلیم ہیں۔ چوتھے فضل النبی ہیں جو کہ زیر تعلیم ہیں نیز آپ کی ایک صاجزادی حافظہ وقاریہ ہونے کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی تکمیل کے لئے اپنے ادارے میں زیر تعلیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی تمام اولاد کو مفتی صاحب کی طرح عالم باعمل اور دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یقیناً قبلہ مفتی صاحب کے بارے میں یہ چند کلمات لکھنا میرے لئے قابل فخر اور سرمایۂ حیات ہیں۔ رب کائنات ان کے وجود مسعود کو سلامت رکھے اور آپ کی تحریروں اور تقریروں کو آئندہ نسلوں کے عقیدہ وعمل کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ و یاسین

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہٗ شریک فی الملک ولم یکن لہٗ ولی من الذل و کبره تکبیرا والصلوة والسلام علی سید الانبیآء والمرسلین سیدنا محمد ن المجتبیٰ وارسله الله تعالیٰ الی کافة للناس بشیر او نذیرا وکان نبیا وآدم بین الطین والماء والسلام علی من اتبع الھدیٰ وان العذاب علی من کذب وتولی ولن یجعل الله للکافرین علی المومنین سبیلاً وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ اما بعد:

فقیر راقم الحروف احباب کی دعوت پر مورخہ 17 ستمبر 1994 ، بتقریب جشن عید میلاد النبی ﷺ منعقد جلسہ سادات مسجد ''لاڑکانہ'' میں شریک ہوا آغاز تقریر سے پہلے شہر کے چند نوجوانوں نے مجھے ایک کتاب '' آئینہ اعتقاد'' مولفہ مولوی علی محمد ساکن لاڑکانہ دکھائی۔ فقیر نے سرسری نظر سے اس کتاب کے چند مقامات کا مطالعہ کیا تو مولف کتاب کی کھلی بد مذہبی اور انتہائی جہالت وسفاہت پر حیران وششدر ہو کر رہ گیا، کتاب کیا ہے؟ وہابیانہ خرافات وکفریات کا ناپاک مجموعہ ہے! چنانچہ یہ مؤلف ایک مقام پر مخبر صادق، عالم ماکان وما یکون سید الانبیآء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان رفیع میں تنقیص وتوہین کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ''ان کو تو پہلے کتاب اور ایمان کا بھی پتہ نہ تھا''۔ صفحہ 37۔ اور دوسرے مقام پر لکھتا ہے۔ ''اللہ نے تجھے راستہ سے بے خبر دیکھا پھر راستہ دکھایا''۔ صفحہ 37۔ نیز ایک جگہ تو شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کے متعلق انتہائی غلط بیانی کرتے

ہوئے بڑی گستاخی و بے باکی کے ساتھ یہاں تک لکھا کہ آپ ﷺ کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی قیامت کے دن ہوں گے'' صفحہ 208۔

بہ حیثیت ایک مسلمان اور غلام غلامان مصطفےٰ ﷺ فقیر کی دینی حمیت اور غیرت ایمانی نے جوش مارا اور اس امر پر ابھارا کہ اس ایمان سوز باتوں میں سے کچھ کا جواب آج کی تقریر میں دے دیا جائے۔ اس کے بعد اس کتاب ''آئینہ اعتقاد'' کا مکمل ومسکت جواب تحریر کر کے کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ فرزندان توحید، عاشقان رسول مقبول ﷺ، مسلمانان اہل سنت وجماعت اصل حقیقت سے واقف ہو کر اس طرح کی گمراہ کن تقریروں اور تحریروں سے فریب کھانے اور گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔ چنانچہ فقیر نے اس جلسے میں تقریر کے دوران کتاب آئینہ اعتقاد کی تردید میں کم وبیش دو گھنٹے صرف کر دیئے فقیر کی یہ مدلل ومسکت تقریر کیسٹ میں محفوظ کر لی گئی تھی اور اس کے بعد احباب اس کی ہزارہا کاپیاں کرا کر تقسیم کر چکے ہیں۔

فالحمد لله على ذالک والصلوٰة والسلام على حبيبه سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

فقیر نے اپنی تقریر میں مولوی علی محمد کے بارے میں جو کچھ بیان کیا اور کہا وہ کم ہے۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ورنہ حقیقۃً از روئے قرآن وحدیث اس بات پر اجماع امت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین وتنقیص کفر اور اس کا مرتکب کافر واجب القتل ہے۔

امام قاضی عیاض محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حرم الله تعالىٰ اذاه فى كتابه واجمعت الامة علىٰ قتل منتقصه من المسلمين وسابه (الشفاء صفحہ 186، جلد 2، مطبوعہ مصر)

اللہ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا حرام فرمایا ہے اور تمام امت اس پر مجتمع (متفق) ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان

میں تنقیص کرے اور جو کوئی حضور کو گالی دے اس کو قتل کر دیا جائے''۔ نیز فرمایا:

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنتقص لہٗ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ لہ وحکمہٗ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہٖ و عذابہ کفر

(الشفاء، صفحہ 190، جلد2)

حضرت محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا ان کی شان میں تنقیص کرنے والا کافر ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کافر ہونے اور اس کے معذب ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے''۔ نیز الشفاء صفحہ 203 پر امام قاضی عیاض محدث رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ

''اس کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا جو بالقصد تنقیص شان کرے۔ دوسری صورت اسی طرح روشن وظاہر یہ ہے کہ قائل نہ تنقیص وتحقیر کا قصد کرے نہ اس کا معتقد ہو مگر رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں کلمہ کفر بول اٹھے جو حضور کے حق میں تنقیص شان ہو مثلاً کوئی بے ادبی کا لفظ یا بری بات اور ایک طرح تنقیص کا لفظ بولے اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے مذمت وتوہین کا ارادہ نہ کیا بلکہ جہالت یا جھنجھلاہٹ یا نشے میں بک دیا یہ بات کہنے میں، زبان روکنے کی کمی یا بے باکی سے صادر ہوا اس صورت میں حکم بعینہٖ وہی پہلی صورت کا حکم ہے فوراً قتل کیا جائے بلا توقف''۔

نیز اس مسئلہ میں آج تک کسی محقق عالم نے اختلاف نہیں کیا کہ توہین خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ جس بھی کلام میں عرف یا محاورے کی رو سے توہین و تنقیص کے معنے مفہوم ہوتے ہوں۔ توہین ہی قرار پائے گا۔ کوئی تاویل معتبر نہ ہوگی اور کوئی عذر یا بہانہ یا حیلہ تسلیم نہ کیا جائے گا۔ اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر تاویل کے سہارے کفریہ کلام یا

باتوں کا دفاع کیا جائے گا تو دریدہ دہنی کا دروازہ کھل جائے گا اور ہر کس و ناکس کو اپنے کفریہ کلمات کے دفاع و جواز کے لئے تاویل کا سہارا اختیار کر کے جان چھڑانے کا موقعہ مل جائے گا۔ نیز علماء اسلام کا یہ بھی متفقہ فیصلہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی توہین کا مرتکب خواہ خود کو مسلمان کہلاتا ہو اور احکام اسلام پر عامل بھی ہو پھر بھی توہین کے ارتکاب کے سبب کافر ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو "تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام صفحہ 3 مولفہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نیز امام قاضی عیاض محدث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"علماء امت کا یہ بھی اجماعی فیصلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت، احترام اور تعظیم جس طرح ان کی حیات ظاہری میں ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ اسی طرح ان کے وصال ظاہری کے بعد اب بھی فرض ہے"۔

ملاحظہ ہو (الشفاء، صفحہ 32، صفحہ 214، جلد 2) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ وَ یُرْزَقُ

"یعنی اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق ملتا ہے"۔

اس لئے اب بھی ان کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب حضور ﷺ کو ایذا دینے کے مترادف ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۝ (الاحزاب)

"بے شک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ ایذاء سے پاک ہے اسے کوئی ایذاء نہیں دے سکتا مگر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی و توہین کو اپنی ہی ایذاء فرمایا ہے۔ نیز فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (التوبہ)

''جو اللہ کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

نیز باری تعالٰی نے توہین رسالت کی سزا قتل فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت توہین رسول ہے اسی بناء پر کافروں کے قتل کا حکم دیا گیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال:13)

''یہ یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم''۔

اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ (تفسیر مدارک صفحہ 171، جلد 2، وتفسیر خازن، صفحہ 171، جلد 2) نیز فرمایا:

مَلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (الاحزاب)

''پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں''۔

آیات قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے کہ مرتکب توہین رسالت کی سزا قطعی طور پر قتل ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم اوشتمهٗ او عابهٗ او تنقصهٗ قتل مسلما كان او كافرا ولايستتاب

نیز فرمایا:

من سب النبى صلى الله عليه وسلم او غيرهٗ من النبيين من مسلم او كافر قتل ولم يستتب (الشفاء، صفحہ 190، جلد 2)

''جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدگوئی کرے یا ان کو گالی دے یا ان پر عیب لگائے یا ان کی تنقیص کرے اس کو قتل کیا جائے گا، وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا''۔

نیز فرمایا:

''جو شخص نبی اکرم ﷺ کو یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دے، خواہ وہ

مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کیا جائے اور اس کو توبہ کے لئے نہیں کہا جائے گا کہ وہ توبہ کرے تو اسی کو چھوڑ دیا جائے"۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ولو قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذالک الرجل قال کذا وکذا فقد قیل یکفر (تنبیہ الولاۃ والحکام، صفحہ 13)

جو کوئی نبی اکرم ﷺ کے لئے کہے کہ "اس شخص نے اس طرح کہا ہے" ایسا کہنے والے کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہے اس تصریح کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے لئے "اس شخص" کا لفظ کا استعمال کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور "مولف آئینہ اعتقاد" نے لکھا ہے کہ۔

"ان کو ایمان اور کتاب کا پہلے پتہ بھی نہ تھا"۔ تو کیا اس کا اس طرح لکھنا کفر نہیں؟ بے شک یہ لکھنا، کفر ہے۔

وہابی کسے کہا جائے گا؟

قارئین کرام! غیب دان نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے گمراہ و گستاخ فرقہ کی مکمل پہچان بیان فرما دی ہے۔ ان کی نشانیاں، علامات، افعال، اقوال اور ان کی منحوس شکل و صورت اور حلیہ تک بتا دیا ہوا ہے۔ تاکہ فرزندان توحید مومن مسلمان ان کو دیکھتے ہی بڑی آسانی سے پہچان لیا کریں۔ اور ان کی فریب کاریوں سے کہیں دھوکہ نہ کھا جائیں۔ ان کی گمراہی و شر سے محفوظ رہنے کے لئے ان کو اپنے قریب نہ آنے دیں اور نہ خود ان کے قریب جائیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ "یمن" سے آیا ہوا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص آیا۔ الجھی ہوئی گھنی داڑھی والا، بلند رخساروں، دھنسی ہوئی آنکھوں والا، پیشانی ابھری ہوئی، استرے سے سر منڈا ہوا۔ اس نے کہا: اے محمد (ﷺ) اللہ سے ڈر (یعنی مال غنیمت تقسیم کرنے میں بے انصافی نہ کر)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں تو اور کون اللہ کی فرمانبرداری کرے گا؟ اللہ تو مجھے زمین والوں پر امین بتاتا ہے آیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر مڑا (یعنی واپس جانے لگا) تو جماعت میں سے ایک آدمی غالباً خالد بن ولید نے حضور ﷺ سے اس شخص کو قتل کر دینے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی اصل سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے۔ اور وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے۔ (مسلم صفحہ 340، جلد اول)

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دعهُ فانّ لهٗ اصحابا یحقر احدکم صلوتهٗ مع صلوتهم وصیامهٗ مع صیامهم ویقرئون القرآن لا یجاوز تراقیهم

(مسلم صفحہ 341، جلد 1)

”اس (معترض) کو جانے دو یعنی قتل نہ کرو پس یقیناً اس کے ایسے ساتھی پیدا ہونے والے ہیں جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن کے قاری ہوں گے لیکن قرآن ان کی گردنوں سے نیچے نہیں اترے گا“۔

شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: محدث قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے اور حلق اور منہ سے ادائیگی حروف، تقطیع وتلاوت کے سوائے، قرآن سے، ان کے لئے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ الٰہی میں نہ پہنچے گا۔ اور نہ قبول کیا جائے گا“ (صحیح بخاری، صفحہ 623، جلد دوم) پر اس گستاخ رسول کے مندرجہ بالا حلیہ کیساتھ

''مشمر الازار'' بھی وارد ہے یعنی معترض نے تہبند کھینچ کر باندھ رکھا تھا۔ نیز خوارج کی علامات میں سے سرکار دو عالم ﷺ نے ایک علامت یہ بیان فرمائی۔

سیماھم التحالق (مسلم صفحہ 342، جلد اول) استرے سے سر منڈانا ان کی خاص علامت ہے'' شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد 4، صفحہ 561، میں ان علامات کے تحت حاشیہ پر مرقوم ہے:

ایں حلیہ دلالت دارد بر شرارت و جہالت و قساوت قلب و همه خوارج هم چنیں بودند

''یہ حلیہ شرارت و جہالت اور قساوت قلب پر دلالت کرتا ہے اور سارے خارجی ایسے ہی ہوتے ہیں''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

انه قال سیکون فی اٰخر الزمان ناسٌ من امتی یحدثونکم مالم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم

(ابن حبان صفحہ:299، جلد 8، اور فردوس دیلمی، صفحہ 315، جلد 2)

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ عنقریب آخر زمانہ میں میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسی باتیں بتائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے سنی ہوں گی۔ (پس خبردار) تم ان لوگوں سے دور رہنا اور نہ ان کو اپنے قریب آنے دینا۔ مخبر صادق و مصدوق سرکار دو عالم ﷺ نے اس بے دین گمراہ فرقے نجدیہ وہابیہ کی دیگر علامات کے ساتھ ان کے مرکزی مقام کی نشان دہی بھی فرما دی ہے۔ تاکہ ان کی پہچان میں کوئی کسی قسم کا ابہام نہ رہ جائے۔

علاقہ نجد سے شیطانی گروہ کا ظہور ہوگا

صحیح بخاری جلد اول صفحہ 141 اور مشکوٰۃ کتاب الفتن باب ذکر الیمن والشام میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم بارک لنا فی شامنا

''سرکار دو عالم ﷺ نے دعا مانگی، اے اللہ ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے شام میں''۔

اللهم بارک لنا فی یمننا

''اے اللہ ہمارے لئے برکت عطا فرما ہمارے یمن میں''۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ وفی نجدنا یا رسول اللہ! آپ ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ ہمارے نجد میں بھی برکت عطا کرے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کی عرض سننے کے باوجود پھر دعا فرمائی۔

اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمننا

صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! نجد کے لئے دعا فرمائیں'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار صحابہ کی درخواست کو سننے پر فرمایا:

هنالک الز لازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان

''وہاں (نجد میں) زلزلے ہیں اور فتنے ہیں اور سرزمین نجد میں قرن الشیطان طلوع ہوگا''۔

یعنی نجد سے شیطانی گروہ نکلنے والا ہے اسو لئے میں نجد میں برکت ملنے کی دعا نہیں مانگتا۔

نجدیہ وہابیہ کی ایک مخصوص علامت استرے سے سر منڈانا ہے رسول اللہ ﷺ نے نجدیہ وہابیہ کی ایک مخصوص علامت بیان فرمائی ہے:

عن ابی سعید ان النبی صلی الله علیه وسلم ذکر قوما یکون فی امته یخرجون فی فرقة من الناس سیماهم التحلیق هم شر الخلق اومن شر الخلق (مسند امام احمد بن حنبل، صفحہ 5، جلد 3)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں سے پیدا ہونے والے ایک گروہ کا ذکر فرمایا۔ کہ میری امت کے لوگوں میں سے ایک فرقہ پیدا ہوگا جس کی خاص علامت استرے سے سر منڈانا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے"۔

مذکورہ بالا احادیث میں بیان شدہ علامات، فرقہ نجدیہ وہابیہ پر صادق آتی ہیں اس کے علاوہ جس طرح ابو الخوارج ذوالخویصرہ حرقوص بن زہیر تمیمی گستاخ رسول نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا مُحمدُ اِعْدِل کہہ کر اپنے جیسا بشر جان کر عدل و انصاف کا وعظ سنایا تھا اور اس کی نسل میں سے پیدا ہونے والے گمراہ و خارج از اسلام لوگوں کی علامات بیان فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو ان کے شر و گمراہی سے بچنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس کی طرح سارے نجدی وہابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس وارفع میں انتہائی گستاخ اور بے ادب ہیں۔ امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی نے ابو الخوارج وہابیہ ذوالخویصرہ حرقوص بن زہیر کی پیروی کی اور توحید کی آڑ میں تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے عموماً اور سید الانبیاء امام المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خداداد فضائل وفیوض وبرکات کا خصوصاً انکار کیا۔ اور اسی نہج پر فرقہ نجدیہ وہابیہ کا فتنہ برپا کر کے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کا خطرناک و مسموم بیج بو کر، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ کا مصداق بنا۔ چنانچہ مفتی مکہ مکرمہ حضرت علامہ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وفی قوله علیه الصلوٰة والسلام سیماهم التحلیق تنقیص علیٰ هولاء القوم الخارجین من المشرق التابعین لابن عبدالوهاب فیما ابتدعه لانهم کانوا یامرون من اتبعهم ان یحلق راسهٗ ولا یترکونهٗ اذا تبعهم حتی یحلقوا راسهٗ ولم یقع مثل ذالک قط عن احدی الفرق الضالة التی مضت قبلهم فالحدیث صریح فیهم (الدرر السنیہ، صفحہ 49)

"یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "سیماهم التحلیق" نص سے ثابت ہے

کہ یہ خارجی ابن عبدالوہاب کے پیروکار ہیں جو مشرق سے آئے کیونکہ یہی لوگ اپنے متبعین کو لازماً سر منڈانے کا حکم دیتے تھے اور جب تک ان کا کوئی پیروکار سر منڈا نہ لیتا اسے نہ چھوڑتے تھے۔ حالانکہ ان سے پہلے کسی بھی گمراہ فرقے نے ایسا نہ کیا تھا۔ پس ''سر منڈانے'' کی حدیث صریحاً ان ہی پر صادق آتی ہے''۔

مندرجہ بالا تصریح عراق کے مشہور و معروف عالم، علامہ جمیل آفندی الرہاوی نے بعینہ اپنی تصنیف لطیف ''الفجر الصادق صفحہ 23 پر تحریر فرمائی ہے اور اسی طرح علامہ سید عبدالرحمٰن الاھدل مفتی زبید لکھتے ہیں کہ:

''ابن عبدالوہاب نجدی کی گمراہی و بے دینی کے اثبات کے لئے دوسری دلیل دینے اور مستقل لکھنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ اس فرقہ (وہابیہ نجدیہ) کے باطل ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ انہوں نے سر کا منڈانا اپنا مخصوص نشان بنالیا تھا۔ بلکہ اس کی تردید کے لئے یہی کافی ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کے پاس جو عورتیں بھی بیعت کے لئے آتیں ان عورتوں کو بھی سر منڈانے کا حکم دیتا تھا''۔ ملاحظہ ہو (خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام صفحہ 234)

نجدی وہابی سب مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر ان کا قتل عام جائز سمجھتے ہیں

مشہور محقق علامہ سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لاکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون و استباحوا بذالک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسراللہ تعالیٰ شوکتھم وخرب بلادھم وظفربھم عساکر المسلمین عام ثلاث و ثلاثین مائتین والف

(شامی صفحہ 262، جلد 4)

"جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبدالوہاب کے متبعین کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے اٹھے اور انہوں نے حرمین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) پر غلبہ حاصل کر لیا۔ یہ لوگ خود کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو کوئی ان کے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک (کافر) ہے اسی بناء پر ان لوگوں نے مسلمانان اہل سنت اور علمائے اہل سنت کے قتل کو جائز ٹھہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت کو توڑ دیا ان کے شہروں کو برباد کر دیا اور اسلامی افواج کو ان پر فتح دی۔ یہ واقعہ 1233 ہجری میں ہوا"۔

(نوٹ) افواج سلطنت خلافت عثمانیہ ترکیہ سے اس شکست کے بعد نجدیوں وہابیوں نے سامراج برطانیہ اور دیگر مسلم دشمن عیسائی حکومتوں کی مدد سے 1343 ہجری میں علاقہ نجد و حجاز پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا جو تا ہنوز باقی ہے۔

نجدیہ وہابیہ کے متعلق مزید چند گواہیاں

تفسیر الصاوی علی الجلالین مطبوعہ مصر صفحہ 155۔ زیر آیت

ان الشیطان لکم عدوٌ فاتخذوہ عدوا

تحریر ہے۔

وقیل هذه الآیة نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة ویستحلون بذالک دماء المسلمین واموالهم کماهو مشاهد الآن فی نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز یقال لهم الوهابیه یحسبون انهم علی شی الا انهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولآئک حزب الشیطان هم الخاسرون نسأل الله الکریم ان یقطع دابرهم

علماء نے فرمایا کہ یہ آیت ان خارجیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو قرآن وحدیث

کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں اور پھر اس تحریف کے ذریعے مسلمانوں کے خون بہانے اور مال ومتاع لوٹ لینے کو جائز ٹھہراتے ہیں جیسا کہ انہی جیسے لوگوں سے اس زمانہ میں مشاہدہ میں آیا۔ یہ لوگ ارض حجاز میں ایک فرقہ ہیں جنہیں وہابی کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ وہی حق پر ہیں حالانکہ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ کی یاد سے بھلا دیا ہے یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں اور حقیقتاً شیطانی گروہ کے لوگ ہی گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی جڑ کاٹ دے۔

وہابیوں کے مایہ ناز مولوی عبید اللہ سندھی کی گواہی

موصوف اپنی کتاب ''شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک'' صفحہ 28 پر لکھتے ہیں ''شیخ محمد بن عبدالوہاب ابن سلیمان ہیں شیخ موصوف سن 1115 ہجری میں نجد کی بستی ''عینیہ'' میں پیدا ہوئے اور آپ کی طرف وہابی جماعت منسوب کی جاتی ہے شیخ محمد بن عبدالوہاب نے جب دعوت وتبلیغ شروع کی تو موصوف درعیہ تشریف لے گئے اور وہاں کے امیر محمد بن سعود نے آپ کی اطاعت کرلی۔ یہ واقعہ 1159 ہجری کا ہے۔ اس کے بعد وہاں تحریک کو فروغ حاصل ہوا۔ اور نجد اور عمان تک اس کا اثر پھیل گیا۔ 1200 ہجری تک حجاز اور یمن پر بھی وہابیوں کی عملداری ہوگئی۔ امام شوکانی کے شاگرد محمد بن ناصر حازمی لکھتے ہیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب صاحب علم بزرگ تھے۔ آپ کا طبعاً دینی قیادت کی طرف رجحان تھا۔ موصوف کے رسالے مشہور خاص وعام ہیں ان میں سے بعض تو قابل قبول ہیں اور بعض ایسے ہیں جو رد کیے جاتے ہیں۔ شیخ موصوف کی دو باتیں ہیں جو پسند نہیں کی جاتیں۔ ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے چند بے اساس امور (بے بنیاد، غلط باتوں) کی بنا پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے چنانچہ داؤد بن سلیمان نے شیخ موصوف کے اس دعویٰ کا نہایت مناسب رد لکھا ہے۔ اور ان کی دوسری زیادتی یہ تھی کہ بلا کسی دلیل وحجت کے انہوں نے بے گناہوں کو قتل کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ شیخ موصوف یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور سے دعا کی یا کسی نبی، بادشاہ، عالم کو اس میں وسیلہ بنایا تو وہ مشرک ہے۔ خواہ

دل سے چاہے یا انکار کرے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے روئے زمین کے سب مسلمانوں کو تکفیر کا نشانہ بنا دیا۔ چنانچہ جو مسلمان اولیاء اللہ سے دعا کراتے ہیں۔ ان کو موصوف نے کافر قرار دیا۔ اور جو ان کے کفر میں شک کرے شیخ موصوف نے ان شک کرنے والوں کو بھی کافر ثابت کیا۔ ان لوگوں سے جو آپ کے مخالف تھے جہاد کرنا ضروری سمجھتے تھے اور جس طرح بھی بس چلے ان کے قتل کو روا جانتے تھے اور ان کے مال و دولت کو لوٹنے کی اجازت دیتے تھے موصوف نے اس طرح دنیا جہاں کے مسلمانوں کو زمرۂ کفار میں داخل کر دیا۔ گو شیخ نے شریعت کے ایک حصہ کو جانا تو ضرور لیکن آپ نے اس میں امعان نظر سے کام نہ لیا۔ اور اصل شیخ موصوف نے کسی ایسے استاد سے علم حاصل نہ کیا تھا جو انہیں صحیح ہدایت پر لگاتا اور نفع مند علوم کی طرف ان کی رہنمائی کرتا اور دین کے معاملات میں ان میں تفقہ اور سمجھ پیدا کرتا۔ طلب علم کے سلسلہ میں موصوف نے صرف اتنا کیا کہ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کی بعض کتابیں پڑھ لیں اور ان کی تقلید کی درآنحالیکہ یہ دونوں بزرگ تقلید کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ محرم کی آٹھویں تاریخ 1218 ہجری میں ہفتہ کے روز دن دہاڑے انہوں نے حرم محترم پر حملہ کیا تھا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اس سے پہلے 1202 ہجری میں انتقال کر چکے تھے۔ یہ حملہ شیخ موصوف کے صاحبزادے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے عہد میں ہوا۔ (ابجد العلوم، صفحہ 871)

وہابیوں کے شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی گواہی

یہ صاحب اپنی تصنیف شہاب ثاقب صفحہ 42 میں لکھتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور

اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا''۔

نیز لکھتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ یہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک کافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے'' صفحہ 43 پر مزید لکھا ہے۔ ''نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں'' صفحہ 45

اس کے آگے مزید لکھتا ہے: شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں صفحہ 47 نیز لکھا ہے۔

وہابیہ کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے''۔ صفحہ 47، ایضاً۔ ''وہابیہ کے نزدیک سفر زیارت حضور اکرم ﷺ حرام ہے'' صفحہ 46۔ ایضاً۔ وہابیہ سفر زیارت کو معاذ اللہ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذات اقدس نبوی ﷺ کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ کرتے ہیں'' صفحہ 46۔ ایضاً ان کے بڑوں کا مقولہ ہے (معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد) ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ تو یہ بھی نہیں کر سکتے'' صفحہ 47، ایضاً۔ ''وہابیہ توسل از حضرت سرور کائنات علیہ السلام کو منع کرتے ہیں'' صفحہ 57، ایضاً۔ وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی

الرسالت جانتے ہیں۔ صفحہ 62۔ ایضاً۔ وہابیہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے۔ صفحہ 62۔ اکابرین امت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا (وہابیہ کا) معمول ہے وہابیہ کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں۔ صفحہ 65۔ وہابی جب مسجد نبوی شریف میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں۔ صفحہ 66۔

وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں۔ صفحہ 65

وہابیہ خیبثہ کثرت صلوٰۃ وسلام ودرود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ کے بعض اشعار کو شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صفحہ 66

وہابیہ سوائے احکام شرائع، جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔ صفحہ 67

وہابیہ ذکر ولادت حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و برا کہتے ہیں۔ وہابیہ نے حرمین شریف پر غلبہ حاصل کرنے کے وقت ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے شہید کیا ہزاروں کو ایذائیں پہنچائیں۔ صفحہ 28۔ حضور سرکار دو عالم ﷺ کے ارشادات کے مطابق ثابت ہوا کہ خوارج، وہابیہ نجدیہ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ کے مصداق خارج از اسلام ہیں مسلمانوں کے قاتل ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک:

یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدْعُوْنَ اَھْلَ الْاَوْثَانِ

ان پر صادق اور شاہد عادل ہے۔ ان کے عقائد قرآن و حدیث کے مخالف ہیں۔ المختصر ان کا اسلام، حقیقی اسلام سے مختلف ہے اور پوری امت مرحومہ کو مشرک و کافر قرار دینے کی وجہ سے خود مشرک و کافر ہیں۔

اعاذنا اللہ من شرور الوہابیہ النجدیۃ۔ آمین

ان تمام حقائق وشواہد کے باوجود مولوی علی محمد صاحب اقراری ہے کہ:

''مجھے اپنے لقب وہابیت پر فخر ہے کہ وہابی کا معنی ہے رحمان والا، کچھ اور یہ سمجھتا ہے شیطان والا'' (سیف حقانی، صفحہ 3)

ایسے ہی بدبختوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْتَرَفُوا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ (ملک)

''اب انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا تو پھٹکار ہو دوزخیوں پر''۔

لفظ ''وہابی'' باعث شرم و عار ہے کسی کو بلاوجہ ''وہابی'' کہنے سے تعزیر واجب ہو جاتی ہے

علامہ عبدالحی لکھنوی ''عمدۃ الرعایہ'' حاشیہ ''شرح وقایہ'' میں لکھتے ہیں۔ جن خراب الفاظ کے کہنے سے تعزیر واجب ہو جاتی ہے ان میں لفظ ''وہابی'' بھی ہے یعنی اگر کوئی مسلمان وہابی نہیں ہے اور کوئی شخص اس کو وہابی کہتا ہے تو اس کے کہنے والے پر شرعاً تعزیر واجب ہو جائے گا کہ اس نے ایک شریف آدمی کے لیے ''قبیح'' لفظ بولا ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے:

فان نسبه الى فعل اختيارى بحرم فى الشرع ويعد عارا فى العرف يجب التعزير) قوله الى فعل اختيارى اى فعل صادر عنه باختياره كقوله انت خائن...... وانت رافضى وانت خارجى وانت مبتدع وانت وهابى اى منسوب الى محمد بن عبدالوهاب النجدى صاحب الفتوىٰ الزائغته

(عمدۃ الرعایہ، صفحہ 312، جلد 2)

''صاحب شرح وقایہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف کسی ایسے اختیاری فعل کی نسبت کرے جو شریعت میں حرام اور لوگوں کے نزدیک باعث شرم ہو تو ایسے فعل کی نسبت دینے والے کو تعزیر دینا واجب ہے اس کے حاشیہ پر علامہ لکھنوی لکھتے ہیں ''ایسا فعل جو اپنے اختیار سے صادر ہو۔ جیسے کہ کسی کو کہا جائے کہ تو خائن ہے یا تو رافضی ہے یا تو خارجی ہے، یا

توبدعتی ہے، یا تو وہابی ہے۔ تو ان الفاظ کے کہنے والے کو تعزیر دینا واجب ہے اس لئے کہ ''وہابی'' ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروں کو کہا جاتا ہے جس کے غلط فتوے مشہور ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ ''وہابیت'' پر فخر کرنا، مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ''وہابی'' کو رحمان والا'' کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد یہ وہابیہ کے لئے فرمایا ہے۔ وبھا یطلع قرن الشیطان ''نجد سے شیطان کا گروہ نکلے گا'' تو تمام وہابی حسب فرمان سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، شیطان والے ہیں حزب الشیطان ہیں۔ اگر کوئی ''وہابی'' کو رحمان والا کہتا ہے تو وہ صریحاً رسول اکرم ﷺ کے واضح فرمان کو جھٹلاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی علی الاعلان تردید کرتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور توہین کا مرتکب قطعاً خارج از اسلام، مرتد، واجب القتل ہے۔ یہ اس لئے کہ

مدار ایمان تعظیم رسالت پر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ (فتح:۹)

''اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو''۔

معلوم ہوا کہ دین و ایمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا نام ہے۔ جو ان کی تعظیم و تکریم میں کلام کرے وہ اس کی رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے (اعاذنا اللہ منہ) نیز فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (الحجرات)

''اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر، اور اس کے حضور چلا کر نہ بولو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد

نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو''۔

اس سے واضح ہوا کہ اگرچہ بے ادبی وتوہین کی نیت وارادہ بھی نہ ہو تو بھی صورت بے ادبی ناقابل معافی ہے۔ اگرچہ نادانستہ، اگرچہ بلاارادہ ہی ہو۔ اس پر بھی تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں نیز فرمایا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن (قیامت) پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی (یعنی مومنوں سے یہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان کی یہ شان ہی نہیں اور ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ خدا اور اس کے رسول کے دشمن سے دوستی کریں)''۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں''۔ (المجادلہ)

اس سے اللہ ورسول کے مخالف لوگوں سے دوستی ومیل ملاپ کرنا حرام ثابت ہوا جو لوگ توہین رسالت کریں وہ خدا اور رسول خدا کے کھلے دشمن ہیں۔ ان کی حمایت کرنا یا ان سے تعاون کرنا کسی مسلمان کو کسی طرح جائز نہیں۔ اور اس پر اجماع امت ہے۔ مذکورہ بالا ناقابل تردید حقائق وشواہد کی روشنی میں وہابیت کی اصلیت واضح ہونے کے باوجود مؤلف آئینہ اعتقاد علی محمد کا یہ اقرار واعتراف کہ ''مجھے اپنے لقب وہابیت پر فخر ہے''۔ اس کی شقاوت ازلی کی دلیل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس سے اس قسم کے کفر پارے ظاہر ہو رہے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے۔ ''ان کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا''۔ اللہ نے تجھ کو راستہ سے بے خبر دیکھا پھر راستہ دکھایا''۔ رسول اللہ ﷺ کا کام دین کی تبلیغ کرنا ہے اور وہ خود کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی قیامت کے دن ہوں گے، وغیرہ وغیرہ۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ میری تقریر کی کیسٹیں، مؤلف آئینہ اعتقاد نے سن کر اپنی پر

تزویر تحریر اور کفریہ عبارتوں پر نظر ثانی کر کے رجوع کرنے کے بجائے ناراض ہو کر میری تقریر کے رد میں چھتیس صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ ''مطرقہ حقانی'' لکھ مارا۔ اور احباب اہل سنت لاڑکانہ نے اس کا ایک نسخہ برائے ملاحظہ اور مناسب جواب دینے کی غرض سے میرے پاس بھیج دیا۔ یہ کتابچہ کیا ہے مجموعہ مغلظات ہے۔ جس سے مؤلف کا علم وفہم اور تہذیب وشرافت آشکار ہے۔ اس کا جواب اس کے انداز پر غیر شریفانہ زبان میں تحریر کرنا شرفاء کے مسلک میں انتہائی معیوب حرکت ہے لہٰذا فقیر اس کی غیر اخلاقی خرافات و بدزبانی کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف عالمانہ انداز میں اس کے اعتراضات کے جوابات تحریر کر رہا ہے۔ نیز فقیر اس کی علمی خیانتوں کی نشان دہی بھی کرے گا تا کہ اس کی علمی قابلیت و بصیرت اور اس کی دیانت وصداقت کی اصل حقیقت بھی واضح ہو جائے۔

قارئین سے ضروری گزارش کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کتاب میں مندرج کسی امر یا حوالہ کی وضاحت یا ثبوت کی ضرورت محسوس ہو تو جوابی لفافہ بھیج کر ہم سے تسلی بخش معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

مبلغ پانچ ہزار نقد انعام کا اعلان

جو شخص اس کتاب میں مندرجہ کسی عبارت یا حوالہ کو غلط ثابت کر دے اس کو مبلغ پانچ ہزار (5000) روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

فقیر عبدالرحیم سکندری

مہتمم مدرسہ صبغۃ الہدیٰ، وخطیب جامع مسجد غوثیہ

شاہ پور چاکر، ضلع سانگھڑ، (سندھ)

الفتح المبین فی رد اعتراض المعترضین

ذیل میں مولوی علی محمد صاحب کی کتاب ''مطرقہ حقانی'' میں کیے گئے اعتراضات کے مکمل جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں۔

لاڑکانہ کی مسجد سادات میں فقیر راقم الحروف نے اپنی تقریر میں میلاد النبی ﷺ کے دن کو بطور عید منانے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک یہودی نے عرض کی کہ آپ کے قرآن میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول والے دن کو عید کر کے منایا کرتے۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا وہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ہے اور سن لے کہ یہ آیت مبارکہ جس دن جس مقام میں نازل ہوئی، مجھے معلوم ہے اس دن ہم مسلمانوں کی دو عیدیں تھیں ایک یہ کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور اس دن کو رسول اللہ ﷺ نے ہفتہ کے دنوں میں عید کا دن فرمایا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ یوم العرفہ 9 ذی الحج کا دن تھا کہ وہ بھی ایک لحاظ سے عید کا دن ہے، فاروق اعظم کے ارشاد سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) جس دن یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اس دن ہم مسلمانوں کی دو عیدیں تھیں۔

(۲) جمعہ اور 9 ذی الحج کو فاروق اعظم نے، مسلمانوں کے لئے دونوں دنوں کو عید فرمایا ہے اگر جمعہ اور 9 ذی الحج کے دونوں دن عید ہو سکتے ہیں کہ ان میں صرف ایک آیت نازل ہوئی تھی تو کیا۔ جس دن سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی، جن کے صدقے میں تیس پارے قرآن مجید کے نازل ہوئے، اور جن کے ذریعہ سے اہل دنیا کو اسلام کی نعمت عظیم ملی کیا اس مبارک دن کو ''عید'' نہیں کہا جا سکتا؟۔

بے شک مسلمانوں کے لئے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے

بڑی نعمت ہے اور وہ دن سب عیدوں سے زیادہ خوشی کا دن ہے۔ جس دن حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران:164)

اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیجا اور میلاد النبی ﷺ کا دن مسلمانوں کے لئے اللہ کے احسان فرمانے کی وجہ سے تمام دنوں سے افضل ٹھہرا۔ تو از روئے حکم قرآن مجید اس مبارک دن میں خوشی منانا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۝

''تم فرماؤ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر چاہیے کہ اس پر خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت جمع کرنے سے بہتر ہے''۔ (یونس)

سرکار دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل بھی ہیں اور رحمت بھی لہٰذا میلاد النبی ﷺ کے دن خوشی منانا رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور از روئے لغت خوشی منانے کے دن ہی کو عید کہا جاتا ہے ''غیاث اللغات'' میں ہے۔

عید، بالکسر روز جشن مسلماناں واین جشن را از اں عید گویند کہ عید بمعنے آں چیز کہ دراں عود کند فرح وشادی

''عید مسلمانوں کے جشن کا دن اور اس جشن کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ عید اس چیز کے معنے میں ہے کہ اس میں فرحت اور خوشی لوٹ کر آتی ہے''۔

ہم مسلمانان اہل سنت و جماعت اس لئے یوم ولادت حضور ﷺ کو عید میلاد النبی ﷺ کہتے ہیں کہ اس مبارک دن میں اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت و رحمت عطا ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں خوشیاں مناتے ہیں۔ اگرچہ جمعہ کا دن اور 9 ذوالحجہ کا دن مشہور معنی عید میں مستعمل نہیں تاہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں دنوں کو عید قرار دیا ہے۔ اس معنے میں دونوں دن بھی خوشی و مسرت کے دن ہیں۔ اس لئے واضح ہوا کہ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ خوشی کے دوسرے دنوں کو بھی از روے اسلام عید کا دن کہہ سکتے ہیں۔

اس بات پر برہم ہو کر مولوی علی محمد صاحب نے چار سوالات واعتراض کیے ہیں:

(۱) جمعہ اور یوم عرفات کو مشہور معنے میں عید نہیں کہا گیا۔

(۲) محفل میلاد، خلفاء راشدین نے کیوں منعقد نہ کی؟۔

(۳) مطلق ذکر ولادت باسعادت مستحب ہے لیکن محفل بدعت ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔

(۴) محفل میلاد کے لئے کوئی حکم وارد نہیں ہوا لہٰذا اس کا انعقاد دین میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے حرام ہے۔

ذیل میں ہم ان اعتراضات کے جواب مفصلاً تحریر کرتے ہیں۔ غور کے ساتھ ملاحظہ کریں۔

اعتراض نمبر 1: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جمعہ اور یوم عرفات کو بمعنی مشہور ''عید'' نہیں کہا تھا مگر اس لئے کہ یہ دونوں دن سعید ہیں۔ (مطرقہ، صفحہ 7)

جواب: ہم بھی سرکار دو عالم ﷺ کے یوم ولادت باسعادت کو یوم سعید جان کر بطور عید مناتے ہیں اس دن کو بمعنیٰ مشہور عید نہیں کہتے۔ مخالفین کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر وہ کسی مستند، معتبر اور محقق علماء اہل سنت کی کسی کتاب سے یہ ثابت کر دیں جس میں یہ تحریر کیا گیا ہو کہ ہم یوم ولادت حضور ﷺ کو بمعنیٰ مشہور عید کہتے اور مناتے ہیں تو ہم ان کو انعام دیں گے۔

حقیقت یہی ہے کہ مسلمانان اہل سنت و جماعت یوم ولادت حضور اکرم ﷺ کو یوم سعید جان کر بطور عید خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ یوم سعید باعث تخلیق کائنات سرکار دو عالم ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری کا دن ہے اور ان کا ظہور و تشریف فرمائی دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں، سعادتوں اور برکتوں سے زیادہ برتر و افضل ہے۔

مولوی علی محمد صاحب جواب دیں!

میں پوچھتا ہوں کہ تمہارا کہنا یہ ہے کہ جمعہ اور یوم عرفات کو سعید دن ہونے کی وجہ سے ''عید'' کہا جا سکتا ہے، تو کیا تمہیں یوم ولادت محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے سعید ہونے میں کوئی شک ہے؟ آیا تم یوم ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (معاذ اللہ) اپنے لئے زحمت اور نا مبارک اور نا مسعود جانتے ہو کہ عید میلاد النبی ﷺ کے نام پر چڑتے اور واویلا کرنے لگتے ہو۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں۔

مزید لکھتا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر نے یہ الزامی جواب دے کر اسے چپ کرا دیا ورنہ عید کے دو دن ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ، دوسرا عید الفطر'' (مطرقہ، صفحہ 7)

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حقیقت سے روگردانی کرتے ہوئے جھوٹ بولا۔ الزامی جواب دے کر یہودی سے جان چھڑائی کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ حقیقت کے خلاف جمعہ اور عرفات کے دن کو بھی عید کہہ دیا۔ افسوس کہ آسمان ہدایت کے ستارے، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں غلط بیانی کی جا رہی ہے۔

ترمذی کی روایت اور اس کی تحقیق

عن طارق بن شهاب قال قال رجل من اليهود لعمر بن الخطاب يا امير المومنين لو علينا انزلت هذه الآيت۔ اليوم اكملت لكم دينكم الخ لا تخذ ناذالک اليوم عيدا فقال عمرانی لا علم ای يوم نزلت هذه الآيت، انزلت يوم عرفة فی يوم الجمعة

''طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی شخص نے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی۔ اے امیر المومنین! یہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کر کے مناتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں زیادہ جانتا ہوں کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی۔ یہ تو یوم عرفہ میں جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی"۔ (کہ یہ دونوں دن بھی ہم مسلمانوں کے لئے عید کے دن ہیں)

(ترمذی، صفحہ 129، جلد ثانی)

اس کی شرح میں علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان قیل کیف طابق الجواب السوال لانہٗ قال لا تخذناہ عیدا واجاب عمر رضی اللہ عنہ بمعرفۃ الوقت والمکان ولم یقل جعلناہ عیدا، والجواب۔ ان ھذہ الروایۃ اکتفی فیھا بالاشارۃ والافروایۃ اسحاق قد نصت علی المراد ولفظہ نزلت یوم الجمعۃ یوم عرفۃ وکلاھما بحمد اللہ لنا عید۔ لفظ الطبری والطبرانی وھما لنا عیدان وکذا عند الترمذی من حدیث ابن عباس ان یھودیا سالہٗ عن ذالک فقال: نزلت فی یوم عیدین یوم جمعۃ و یوم عرفۃ فظھران الجواب تضمن انھم اتخذوا ذالک الیوم عیدا وھو یوم الجمعۃ واتخذوا یوم عرفۃ لانہٗ لیلۃ العید (تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی، صفحہ 408، جلد 8)

اگر کوئی معترض کہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کی، سوال سے مطابق کیونکر ہے؟ کیونکہ سائل یہودی کا کہنا ہے کہ اس دن کو ہم عید کر کے مناتے (تم مسلمان اس دن کو عید کر کے کیوں نہیں مناتے؟) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں صرف اس آیت کے نازل ہونے کی جگہ اور وقت معلوم ہونا بتایا اور یہ نہ فرمایا کہ ہم اس دن کو بطور عید مناتے ہیں۔ اس اعتراض کا

جواب یہ ہے کہ ترمذی کی روایت میں تو یہ بات اشارۃً کہہ دی گئی ہے کہ (اے یہودی تیرے کہنے سے پہلے ہی یہ دن عید کا دن ہے) ورنہ اسحاق بن قبیصہ (محدث) کی روایت نے یہ بات وضاحت سے کہہ دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی سے فرمایا کہ یہ آیت جمعہ کے دن، یوم عرفہ میں نازل ہوئی تھی جو بحمد اللہ تعالیٰ دونوں دن ہمارے لئے عید کے دن ہیں۔ طبری اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں وھما لنا عیدان اور یہ دونوں دن ہم مسلمانوں کے لئے عید کے دن ہیں۔ اسی طرح ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ یہودی نے ان سے مندرجہ بالا سوال کیا۔ اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا تھا کہ نزلت فی یوم عیدین۔ یہ آیت دو عیدوں والے دن میں نازل ہوئی تھی۔ ایک تو جمعہ کا دن تھا۔ دوسرا عرفہ (نویں ذوالحج) کا۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں یہ بات شامل ہے کہ ہم مسلمان اس دن (جمعہ کے دن) کو عید کر کے مناتے ہیں اور یوم عرفہ کو بھی مسلمان (عید کر کے) مناتے ہیں کہ اس کے بعد آنے والی رات عید کی رات ہے"۔

اس کی تائید مشکوٰۃ شریف کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

عن ابن عباس انہ قرأ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ الآیة وعنده یھودی فقال لو نزلت ھذه الآیة علینا لا تخذناھا عیداً فقال ابن عباس فانھا نزلت فی یوم عیدین فی یوم جمعة ویوم عرفة (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ 113)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ پڑھی اس وقت ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا وہ بولا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو اس کے نزول کے دن کو عید کر کے مناتے۔ تو ابن

عباس نے فرمایا یہ آیت دوعیدوں کے دن نازل ہوئی تھی۔ ایک تو جمعہ کا دن تھا دوسرا عرفہ کا''۔

یہ روایت (ترمذی صفحہ 130، جلد 2) میں موجود ہے امام ترمذی کی پہلی روایت اور اس روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جمعہ اور یوم عرفہ، دونوں عید کے دن ہیں۔ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا روایت کو امام بخاری نے الفاظ کے کچھ فرق سے صحیح بخاری میں چار مقامات پر روایت کیا ہے۔

(۱) باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، صفحہ 11، جلد اول۔

(۲) کتاب المغازی باب حجۃ الوداع صفحہ 632، جلد 2۔

(۳) تفسیر سورۂ مائدہ میں صفحہ 662، جلد 2

(۴) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 1079، جلد 2۔

اس روایت کی تشریح میں شارح بخاری امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الحافظ ابن حجر و عندی ان هذا الرواية اكتفى فيها بالاشارة والا فرواية اسحق بن قبيصة قد نصت على المراد ولفظهٔ يوم جمعة و يوم عرفة كلاهما بحمد الله لنا عيد وللطبرانى وهمالنا عيدا فظهر ان الجواب تضمن انهم اتخذوا ذالك اليوم عيدًا وهو يوم الجمعة واتخذوا يوم عرفة عيدًا لانهٔ ليلة العيد۔ انتهى وقال النووى فقد اجتمع فى ذالك اليوم فضيلتان وشرفان و معلوم تعظيمنا لكل منها فاذا اجتمعازاد التعظيم فقد اتخذنا ذالك اليوم عيدًا و عظمنا مكانهٔ (ارشاد الساری، صفحہ 132، جلد اول)

حافظ ابن حجر محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک ثابت ہے کہ اسی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارۃً جواب دینے پر اکتفا کی ہے ورنہ اسحاق بن قبیصہ اپنی روایت میں اس مراد (جواب) پر حضرت عمر کی نص لائے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن یہ دونوں بحمد اللہ ہمارے لئے عید کے دن ہیں اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں دن ہمارے لئے عید ہیں تو ظاہر ہو گیا کہ اس جواب میں یہ بات شامل ہے کہ مسلمان ان دنوں کو بطور عید مناتے ہیں اور وہ جمعہ کا دن ہے اور عرفہ کے دن کو بھی عید کی رات ہونے کی وجہ سے بطور عید مناتے ہیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مکمل ہوا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن میں دو فضیلتیں اور دو شرف جمع ہو گئے اور یہ سب جانتے ہیں کہ ہم ان دونوں دنوں کی علیحدہ علیحدہ بھی تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ دونوں (جمعہ اور یوم عرفہ) دن اکٹھے آجاتے ہیں تو تعظیم بڑھ جاتی ہے پس بے شک ہم مسلمانوں نے اس دن کو عید بنالیا اور اس کے مکان کی تعظیم کرنے لگے''۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یوم جمعہ اور یوم عرفہ کو عید شمار کرتے ہیں اور محدثین عظام وشارحین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی اسی بنا پر متفق ہیں کہ جمعہ کا دن اور یوم عرفہ مسلمانوں کے لئے عید کے دن ہیں۔

لیکن مولوی علی محمد صاحب میں نہ مانوں، میں نہ مانوں کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ عید کے دو دن ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ دوسرا عید الفطر۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے (مطرقہ، صفحہ 7) اور اس کی تائید میں ''نسائی شریف'' کی یہ حدیث نقل کرتا ہے۔ ''نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے لئے زمانۂ جاہلیت میں عید کے دو دن ہوا کرتے تھے جس میں تم کھیلتے اور خوشیاں مناتے تھے ایک ''نیروز'' کا دن اور دوسرا ''مہرجان'' کا اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں سے بہتر دوسرے دو دن عید کر کے دیئے ہیں۔ (مطرقہ صفحہ 7)

مولوی علی محمد صاحب! اگر آپ اس روایت حدیث کے تحت یوم جمعہ اور یوم عرفہ کو عید کے دن تسلیم نہیں کرر ہے ہو تو ذرا ہمت کر کے جواب دو۔

کیا امیر المومنین عمر فاروق اعظم اور حضرت ابن عباس اور اکابر محدثین اور شارحین احادیث علیہم الرضوان آپ کی پیش کردہ حدیث نسائی شریف کے منکر و مخالف تھے کہ ان نفوس قدسیہ نے جمعہ کے دن اور یوم عرفہ کو عید کے دن قرار دے دیا؟

نیز یہ بھی بتائیں۔ کہ جب خود سرکار دو عالم ﷺ جمعہ کے دن کو "عید" قرار دیتے ہیں تو تم جمعہ کے دن کو "عید" کیوں نہیں مانتے؟ کیا آپ خود کو رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ دین و شریعت کا عالم سمجھتے ہیں؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جمعة من الجمع يا معشر المسلمين ان هذا يوم جعله الله عيدًا

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ 123)

"رسول اللہ ﷺ نے ایک جمعہ میں فرمایا: اے مسلمانو! بے شک یہ وہ دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے "عید" بنایا ہے"۔

اس حدیث کے ترجمہ میں حضرت شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی رقم فرماتے ہیں۔

"اے گروہ مسلماناں ایں روزے ست کہ گردانیدہ است اورا خدا تعالیٰ روز جشن و اجتماع وسرور (اشعۃ اللمعات جلد اول، صفحہ 625)

"اے مسلمانوں کی جماعت! یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو (عید یعنی) جشن و اجتماع اور سرور کا دن بنایا ہے"۔

لیکن صد افسوس کہ مولوی علی محمد صاحب شاید خود کو مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں جانتا لہٰذا وہ نہ اللہ تعالیٰ کا، نہ اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ کا فرمان تسلیم کرتا ہے۔ اور نہ ہی اجماع امت کو مانتا ہے۔ تو پھر وہ ان مندرجہ بالا سوالات کا جواب ہی کیا دے سکتا ہے؟ لہٰذا اس کے علم و فہم اور دین و ایمان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ دینا ہی کافی ہے۔

خیانت وجعلسازی

مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر حدیث کا ترجمہ اور مفہوم بگاڑ کر لکھا ہے کہ ''اگر نہیں تو عید کے دو ہی دن ہیں، ایک عید الاضحیٰ دوسرا عید الفطر، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے''

(مطرقہ، صفحہ 7)

یہ اس کی صریح خیانت اور جعلسازی ہے۔ یہ جو کچھ اس نے لکھا ہے مذکورہ حدیث سے ثابت نہیں کر سکتا۔ اس کے لکھے ہوئے الفاظ حدیث میں نہیں ہیں اور نہ ہی حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ ہیں۔ فقیر اس کی خیانت وجعلسازی ثابت کرنے کے لئے اصل نسائی شریف کی حدیث اور اس کا صحیح مطلب درج ذیل کر رہا ہے تاکہ حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہو۔

نسائی شریف کی حدیث کا مطلب

اصل روایت حسب ذیل ہے۔

عن انس بن مالک قال کان لاهل الجاهلية يومان فی کل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبی صلی الله عليه وسلم المدينة قال کان لکم يومان تلعبون فيهما وقد ابدلکم الله بهما خيرًا منهما يوم الفطر ويوم الاضحی

(نسائی شریف، صفحہ 231، جلد اول، ابوداؤد شریف، صفحہ 161، مشکوٰۃ شریف صفحہ 126)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جاہلیت کے لئے ہر سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیلا کودا کرتے تھے۔ پس جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو فرمایا: تمہارے لئے دو دن تھے جن میں تم کھیل کود کیا کرتے تھے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کے عوض تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن بدل دیئے ہیں، یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ''۔

اس کی شرح میں امام الکبیر علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوله (قد ابدلكم الله بهما خيرا) نهى عن اللعب والسرور فيهما اى فى النيروز والمهرجان وفيه نهاية من اللطف وامر بالعبادة لان السرور الحقيقى فيها، قال الله تعالىٰ قل بفضل الله و برحمته فبذالك فليفرحوا۔

(شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح صفحہ 242، جلد 2)

''حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ (قد ابدلكم الله بهما خيرا) اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے عوض تم کو دو بہتر دن دیئے ہیں''۔

اس ارشاد سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اہل مدینہ کو نیروز اور مہر جان دنوں میں کھیل کود اور خوشیاں منانے سے منع فرمایا انتہائی لطف کے ساتھ ان کو عبادت کا حکم فرمایا اس لئے کہ حقیقی سرور عبادت ہی میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے محبوب تم فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے ملنے پر خوشی اور سرور کا اظہار کرو۔ یہی تشریح علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد 3، صفحہ 293 میں تحریر فرمائی ہے۔ اس روایت حدیث کی شرح میں شارحین حدیث یہی فرماتے ہیں کہ'' حدیث میں صرف اتنا ہی بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ منورہ والوں نے کھیل کود اور خوشی منانے کے لے دو دن نیروز اور مہر جان مقرر کر رکھے تھے ظہور اسلام کے بعد ان کو ان دونوں دن میں کھیل کود اور خوشی منانے سے منع کر دیا گیا کہ یہ دن کفار کے مقرر کیے ہوئے تھے ان کے بدلہ میں مسلمانوں کو عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن عبادت کرنے اور خوشی منانے کا حکم دیا گیا، اس لئے کہ اصل خوشی و سرور عبادت میں ہی ہے مگر اس حدیث مبارکہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے سوائے کسی دوسرے متبرک و مبارک دن کو عید کہنے یا اس دن میں خوشی منانے سے منع فرمایا ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ

اعتراض نمبر 2: خلفائے راشدین نے یوم میلاد، بطور عید کیوں نہ منایا؟ مولوی صاحب بزعم خود، بڑا بھاری سوال پوچھتے ہوئے بڑی شوخی کے ساتھ لکھتا ہے "میں پوچھتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت عمر کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت عثمان کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت حسن کو زیادہ تھی یا تجھے؟ حضرت حسین کو زیادہ تھی یا تجھے؟ تو پھر بتا۔ جب کہ انہیں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے تجھ سے بھی زیادہ محبت تھی تو ان حضرات نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں اور بعد میلاد کیوں نہ منایا؟ (مطرقہ، صفحہ 7)

اس اعتراض کے دو جواب دیئے جاتے ہیں۔

پہلا جواب: یہ اعتراض انتہائی گمراہ کن ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ قرآن مجید، حدیث شریف یا فقہ کی کون سی معتبر کتاب میں ہے کہ جو امر یا جو کام خلفاء راشدین یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے میں نہ ہو یا نہ کیا گیا ہو وہ نا جائز و حرام ہے؟ هَاتُوا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ۔

واضح رہے کہ۔ از روئے شرع مطہرہ کسی عمل کے جائز یا ناجائز ہونے کا دارومدار اس کے حسن و قبح پر ہے۔ ہر وہ نیا کام، جس کی اصل و خوبی قرآن و حدیث سے صراحۃً یا اشارۃً ثابت ہو، اور اس کی ممانعت نہ ہو وہ جائز و مستحسن ہے۔ خواہ وہ نیا کام کسی بھی دور یا زمانہ میں ایجاد ہوا ہو۔ سنۃ حسنہ اور باعث اجر و ثواب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من سن فی الاسلام سنۃً حسنۃً فلہٗ اَجرھا و اجر من عمل بھامن بعدہٖ من غیر اَن یَّنْقُص من اجورھم شی ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہٖ من غیر اَنْ ینقص من اوزارھم شیء رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول)

''جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کار بند ہوں، ان کا ثواب کم ہوئے بغیر، اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے، اس پر اپنی بدعملی کا گناہ ہے اور ان کے بدعملیوں کا بھی جو اس کے بعد ان پر کار بند ہوں، اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو''۔

اس قاعدہ کے تحت مسلمانان اہل سنت رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خوشی میں یوم میلاد کو بطور عید مناتے ہیں کہ اس کی اصل وخوبی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس کی ممانعت نہیں۔ اور یہ عمل قرآن وحدیث کے ارشادات وعمل صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین عظام سے ثابت ہے لہٰذا یہ عمل سنت حسنہ اور باعث اجر وثواب ہے اور یہ اعتراض کہ صحابہ کرام نے میلاد کیوں نہ منایا۔ انتہائی گمراہ کن اور معترض کی بے علمی کی دلیل ہے۔

میلاد النبی ﷺ کی خوشی منانے کے عمل کو ہم آیات قرآن مجید، روایات حدیث شریف عمل صحابہ وتابعین، تبع تابعین سے اور ائمہ مفسرین وشارحین حدیث واکابر علماء امت کے ارشادات سے ثابت کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل دوسرے جواب میں ملاحظہ ہو۔

جواب نمبر 2: میلاد شریف قرآن واحادیث، عمل صحابہ کرام اور علماء ومحدثین سے ثابت ہے۔

منکرین وہابیہ یا تو میلاد شریف کی حقیقت اور اس کے حکم سے جاہل ہیں یا نجدیت وہابیت کے مہلک وایمان سوز مرض نے ان کے قلوب کو نور ایمان سے بے بہرہ اور مکمل طور پر تاریک کر دیا ہوا ہے۔ ذکر میلاد شریف میں درحقیقت نظم ونثر میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت مقدسہ کا بیان ہوتا ہے۔ دوران حمل اور وقت ولادت جو معجزات ظہور پذیر ہوئے، بیان کیے جاتے ہیں، زمانہ شیر خوارگی، عہد طفولیت اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آپ کی پرورش کے حالات کا تذکرہ ہوتا ہے، حلیہ مبارک اخلاق وعادات اور آپ کے فضائل ومحاسن، آپ کے خصائص اور معجزات بیان ہوتے ہیں۔ سیرت طیبہ پر تقریریں ہوتی ہیں۔ آپ کی تعلیمات سے روشناش کرایا جاتا ہے۔ آپ کی تشریف آوری

کی خوشی منائی جاتی ہے اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جلسہ گاہ کو سجایا جاتا ہے علمائے کرام کے لئے اسٹیج بنایا جاتا ہے۔ آپ کے ذکر ولادت کی تعظیم میں قیام کر کے صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے کھانا کھلایا جاتا ہے شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، فاتحہ ہوتی ہے حاضرین مجلس اور تمام مسلمانوں کے لئے خیر وعافیت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث میں ان امور کی کہیں ممانعت نہیں بلکہ از روئے قرآن وحدیث یہ تمام امور کار خیر میں داخل اور مستحب ہیں اور رحمت خداوندی کے نزول کا سبب ہیں۔ اس لئے اہل ایمان واہل محبت مولود شریف کی محفلیں مستحب جان کر منعقد کرتے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ مسلمانان اہل سنت وجماعت محفل میلاد کو فرض یا واجب قرار نہیں دیتے نہ ہی قیام کے وقت یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہو رہی ہے یہ محض وہابیہ کی اختراع اور ان کے گندے ذہن کی پیداوار اور پلید زبانوں کی بکواس ہے کہ دیوبندی وہابیوں کے بڑے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے مسلمانوں پر بے بنیاد الزام گھڑ کر کتاب براہین قاطعہ میں محفل میلاد النبی پر ''سانگ کنہیا کی'' گستاخانہ پھبتی کسی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جگہ بہ جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا ذکر مختلف پیرایوں میں فرماتا ہے اور حضور کے فضائل بیان فرماتا ہے:

(۱) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (توبہ: 128)

''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں''۔

(۲) قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (مائدہ)

''بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب''۔

(۳) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا''۔ (آل عمران:164)

(۴) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ (الفتح:28)

''اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا''۔

(۵) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (الفتح)

''بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و ڈر سنا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو''۔

(۶) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (بقرہ:119)

''بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانے والا''۔

(۷) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (نساء)

''اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا''۔

(۸) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء)

''اور ہم نے تم کو نہ بھیجا، مگر سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر''۔

ان آیات مبارکہ اور قرآن مجید کی بہت سی دوسری آیات میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے میلاد شریف کا بیان ہے۔

قرآن مجید سے میلاد النبی کی خوشی منانے کا ثبوت

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (بقرہ:231)

''تم پر اللہ نے جو نعمت فرمائی ہے اس کا چرچا کرتے رہو''۔

(۲) کفار مکہ کی مذمت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (ابراہیم:28)

''کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت، ناشکری سے بدل ڈالی''۔

اس کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمة الله (بخاری شریف، جلد 2، صفحہ 566)

یعنی حضرت محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں تو محفل میلاد النبی میں اس سب سے بڑی نعمت کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۳) وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الضحیٰ)

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو''۔

قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ سرکار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۴) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (یونس:58)

''تم فرماؤ (اے لوگو) تم کو چاہیے کہ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر خوشی کرو''۔

اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا فضل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۵) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

''اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے''۔ (نساء)

اس کی تحت تفسیر روح البیان میں ہے۔

وفی الحقیقة کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل اللہ
ورحمتہ یدل علیہ قولہ تعالیٰ ھو الذی بعث فی الامیین
رسولاً منھم یتلوا الی قولہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
قولہ تعالیٰ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین فلولا وجود
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعثتہ لبقوا فی تیہ الضلالة تائھین
کما قال تعالیٰ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمة وان
کانوا من قبل لفی ضلال مبین یعنی قبل بعثتہ وکانوا قد اتبعوا
الشیطان الٰی شفا حفرة من النار وکان علیہ السلام فضلاً
ورحمة علیھم فانقذ ھم منھا کما قال اللہ تعالیٰ وکنتم علی
شفاحفرة من النار فانقذکم منھا (روح البیان، صفحہ 247، جلد2)

”درحقیقت نبی کریم ﷺ ہی اللہ کا فضل اوراس کی رحمت ہیں اس پر فرمان الٰہی دلالت کرتا ہے کہ فرمایاھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم الی قولہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہی فضل ہے اللہ کا جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے ونیز یہ فرمان الٰہی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا وما ارسلناک الا رحمة للعالمین اورنہیں بھیجا ہم نے آپ کومگر جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ پس اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود نہ ہوتا اور آپ کی بعثت نہ ہوتی تو لوگ گمراہی کے میدان میں بھٹکتے پھرتے جیسے کہ فرمایا ہمارا محبوب انہیں پاک فرماتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یقیناً آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ شیطان کی پیروی میں جہنم کے کنارے تک پہنچ چکے تھے کہ حضور ﷺ ان پر اللہ کا فضل اور رحمت بن کر تشریف لائے اور انہیں جہنم میں گرنے سے بچالیا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم لوگ جہنم کے کنارے پر تھے پس تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا“۔

قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ ہی حقیقۃً اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں تو آپ کی ولادت مبارکہ اور آپ کی تشریف آوری کی خوشیاں منانا بھی قرآن کے حکم قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشیاں منانا چاہیے لہٰذا مسلمانان اہل سنت اس فرمان الٰہی پر عمل کرتے ہوئے آپ کی ولادت مبارکہ اور تشریف آوری پر مسرت کا اظہار کرتے، میلاد کی محفلیں منعقد کرتے خوشیاں مناتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ اذا ثبت الشیء ثبت بلو ازمہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اس کے لوازمات بھی ثابت ہوتے ہیں پس اس قاعدہ کے تحت محفل میلاد میں فرش بچھانا، اسٹیج تیار کرنا، روشنی کرنا، قیام وصلوٰۃ وسلام، طعام کھلانا شیرینی تقسیم کرنا وغیرہم لوازمات کا بھی اثبات ہو گیا۔

بحمدہ تعالیٰ ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید میں جگہ بجگہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر موجود ہے جس سے میلاد شریف کا قرآن مجید سے اثبات ہوتا ہے۔ اسی طرح

صحابہ وتابعین کے عمل سے محفل میلاد کا ثبوت

احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی مجلسوں اور محفلوں میں حضور ﷺ کا ذکر، بکثرت کرتے رہتے تھے ہمیشہ آپ کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ آپ کی ولادت مقدسہ کے وقت ظہور پذیر ہونے والے معجزات وعجائب کا بیان کرتے آپ کے حلیہ مبارک کے تذکرے ہوتے آپ کے اخلاق واوصاف حمیدہ معلوم کرنے اور سننے کے لئے ایک دوسرے کے پاس چل کر جاتے اور فرمائش کرتے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کی نعت سناؤ:

(۱) عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال سألت خالی ھند بن ابی ھالة و کان وصافاً عن حلیة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانا اشتھی ان یصف الی شینا اتعلق به فقال کان

رسول الله صلی الله علیه وسلم فخما مفخمًا یتلالؤ وجههٗ تلألوء القمر لیلة البدر (شمائل ترمذی، صفحہ 2)

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ہالہ سے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیہ مبارک سے زیادہ واقف (اور بہت وصف بیان کرنے والے تھے) سوال کیا کہ وہ رسول کریم ﷺ کے اوصاف مجھ سے بیان کریں تا کہ میں انہیں یاد رکھ سکوں (اور ان سے دل لگاؤں) تو انہوں نے (ہند بن ہالہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ذی شان معزز تھے۔ آپ کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

(۲) حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اسحاق (تابعی) نے ایک صحابیہ خاتون سے فرمائش کی۔ ''بیان کر مجھ سے کہ کیسے تھے رسول اللہ ﷺ! اس صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

کالقمر لیلة البدر لم ارقبلهٗ ولا بعده مثله صلی الله علیه وسلم (دلائل النبوۃ، صفحہ 199، جلد 1)

''حضور ﷺ چودھویں چاندنی رات کے کامل چاند کی طرح تھے میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ کی مثل کوئی نہ دیکھا''۔

(۳) امام بیہقی اور دوسرے محدثین روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسماۃ ربیع صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمائش کی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا وصف سناؤ۔ وہ بولی:

لو رأیته لقلت الشمس طالعة (دلائل النبوۃ، جلد 1، صفحہ 200)

''تو اگر حضور کو دیکھتا تو کہتا کہ سورج نکل آیا ہے''۔

(۴) صحیح بخاری میں حضرت عطاء ابن یسار سے روایت ہے فرماتے ہیں:

لقیت عبداللہ ابن عمر و بن العاص قلت اخبرنی عن صفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی توراۃ قال اجل واللہ انہ لموصوف فی التوراۃ ببعض صفتہٖ فی القرآن یا ایہا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشرًا ونذیرا وحرزا للامیین انت عبدی ورسولی سمیتک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یدفع بالسیئۃ السیئۃ ولاکن یعفو ویغفر ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء بان یقولوا لا الہ الا اللہ ویفتح بہا اعینًا عمیًا واذانًا صمًا وقلوبًا غلفًا رواہ البخاری

(مشکوۃ شریف، صفحہ 512)

''میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملاقات کی میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صفات سناؤ جو تورات میں مذکور ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم توریت میں بعض ان صفات سے موصوف ہیں جو قرآن میں موجود ہیں وہاں ارشاد ہے: اے نبی ہم نے تم کو گواہ (حاظر وناظر) بشارت دینے والا، بے پڑھوں کا حفاظت کرنے والا (پناہ) بنا کر بھیجا تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمہارا متوکل نام رکھا نہ سخت دل، نہ سخت زبان نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہو، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے، بلکہ معافی و بخشش کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں وفات نہ دے گا حتی کہ ان کے ذریعہ ٹیڑھے دین کو سیدھا کردے گا۔ اس طرح کہ لوگ کہیں گے لا الہ الا اللہ اور اس سے اندھی آنکھیں بہرے کان اور ڈھکے دل کھول دے گا''۔

(۵) عن عثمان بن ابی العاص قال حدثتنی امی انہا شہدت ولادت آمنۃ بنت وہبٍ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ ولدتہ قالت فماشیٔ انظر الیہ فی البیت الانورٌ وانی لانظر الی

النجوم تدنو حتی انی لاقول لیقعن علی

(دلائل النبوۃ، صفحہ 111، جلد1)

''حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جس شب رسول اللہ ﷺ کی ولادت مقدسہ ہوئی میں حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی۔ فرماتی ہیں کہ گھر میں جس چیز کو دیکھتی نور ہی نور دکھائی دیتا اور میں نے ستاروں کی جانب دیکھا تو وہ میرے قریب ہوتے اور جھکتے محسوس ہوتے حتی کہ میں کہتی کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ واضح رہے کہ یہ روشن ستارے نوری فرشتوں کے روشن چہرے تھے جو حجرۂ اقدس کو زمین سے آسمان تک گھیرے ہوئے تھے''۔

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں:

(۶) قالت لما فصل منی خرج معهٗ نور اضاء به مابین المشرق والمغرب رایت قصور الشام والبصریٰ فیه

(خصائص کبریٰ، صفحہ 46، جلد 1، مواہب اللدنیہ، صفحہ 128، جلد 1)

''حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے بطن سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک عظیم نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی میں نے اس نور کی روشنی میں ملک شام اور بصریٰ کے محلات کو دیکھا''۔

حضور نے صحابہ کرام کے جلسہ میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنے فضائل اور اپنا میلاد بیان فرمایا

(۱) عن ابن عباس قال جلس ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ینتظر ونهٗ قال فخرج حتی اذا دنا منهم سمعهم یتذاکرون فسمع حدیثهم فقال بعضهم عجبا ان اللہ

اتخذ من خلقه خليلا اتخذ ابراهيم خليلا وقال اخر ماذا باعجب من كلام موسیٰ كلمه تكليما وقال اخر فعيسیٰ كلمة الله وروحه وقال اخر آدم اصطفاه الله فخرج عليهم فسلم وقال سمعت كلامكم وعجبكم ان ابراهيم خليل الله وهو كذالک وموسیٰ نجی الله وهو كذالک وعيسیٰ روحهٗ و كلمتهٗ وهو كذالک وادم اصطفاه الله وهو كذالک الا وانا حبيب الله ولا فخر وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر وانا اول شافع و اول مشفع يوم القيمة ولا فخر وانا اول من يتحرک حلق الجنة فيفتح الله لی فيدخلنيها ومعی فقراء المومنين ولا فخر وانا اكرم الاولين والآخرين ولافخر

(ترمذی، صفحہ 202، جلد2)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے چند صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ تشریف لائے جب قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا ان میں سے بعض نے کہا تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا دوسرے نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں، ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ اس دوران حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا اعجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں بلاشبہ وہ ایسے ہی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہے۔ بے شک وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے

چن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سن لو میں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں سب سے پہلے جنت کا کنڈا کھٹکھٹانے والا (جنت کا دروازہ کھلوانے والا) بھی میں ہوں تب اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے داخل کرے گا میرے ساتھ فقرا مسلمان ہوں گے فخر یہ نہیں کہتا میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں کوئی فخر نہیں"۔

(۲) عن العباس رضی اللہ عنہ انہٗ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانہ سمع شیئا فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ قال انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم۔ الحدیث رواہ ترمذی

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صفحہ 505)

"حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب ونسب میں کافروں کا شاید طعن سنا، وہ حضور ﷺ کی خدمت بابرکت میں غصہ کی حالت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممبر پر قیام فرمایا اور ارشاد فرمایا "میں کون ہوں؟" حاضرین نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ساری مخلوق کے اچھوں میں سے بنایا"۔

(۳) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرناً حتی کنت من القرن الذی کنت منہ رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین، صفحہ 511)

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اولاد آدم میں، بہترین گروہ میں بھیجا گیا کہ یکے بعد دیگرے بہترین گروہ بھیجے گئے حتی کہ میں اس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے سے تھا''۔

(۴) عن واثلة بن الاسقع قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله اصطفے كنانة من ولد اسمٰعيل واصطفٰى قريشا من كنانة واصطفے من قريش بنى هاشم واصطفانى من بنى هاشم۔ رواه مسلم

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین، صفحہ 511)

''حضرت واثلہ بن اسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، اللہ تعالیٰ نے اولاد حضرت اسماعیل میں سے کنانہ کو چنا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم میں سے منتخب فرمایا''۔

(۵) عن العرباض بن سارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انهٗ قال انى عند الله مكتوب خاتم النبيين وان آدم لمنجدل فى طينته وساخبر كم باول امرى دعوة ابراهيم وبشارة عيسٰے ورؤيا امى التى رات حين وضعتنى وقد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام رواه فى شرح السنة

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین، صفحہ 513)

''حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے راوی ہے کہ حضور نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں لوٹ رہے تھے (یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی) اور میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں میں دعاء ابراہیم ہوں بشارت عیسٰی ہوں میں اپنی ماں کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے لئے ایک نور ظاہر ہوا

جس سے ان کے لئے شام کے محل چمک گئے''۔

واضح رہے کہ اس ایمان افروز موضوع سے متعلق سینکڑوں روایات حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جن کے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ آسمان ہدایت کے چمکتے ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس بھی صحابی کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے، وہ نفوس قدسیہ اور ان کے تابعین وتبع تابعین، جو کہ حقیقت ایمان کو جاننے والے، روح ایمان کو پہچاننے والے تھے ہر آن وہر لحہ تصور حضور میں مسرور رہتے تھے ہر وقت ذکر رسول ان کا سرمایۂ جان وایمان تھا وہ پاکباز بڑے شوق کے ساتھ ایک دوسرے سے سوال وتقاضا کرتے کہ ہمیں حضور کے اوصاف سناؤ اور آپس میں مل بیٹھ کر حضور انور واکرم ﷺ کے فضائل وشمائل سنتے سناتے تھے۔ یہی میلاد ہے اور یہی جشن عید میلاد ہے اس کے جواز واستحسان میں ذرہ بھر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اس کی صداقت ''**کالشمس فی نصف النھار**'' روشن وتاباں ہے لیکن مخالفین کو کچھ بھائی نہیں دیتا۔ ان کے لئے اندھیرا ہی اندھیرا ہے سچ ہے:

گر نہ بیند بروز شب پر چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

بحمدہ تعالیٰ مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ اعتراض غلط ثابت ہوگیا کہ خلفائے راشدین نے یوم میلاد، حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں اور بعد کیوں نہ منایا؟

آیئے اب جشن میلاد النبی ﷺ منانے کے بارے میں اکابرین امت مفسرین و محدثین وعلماء راسخین کے ارشادات سے بھی استفادہ کرلیں تاکہ حق واضح ہوجائے۔

اکابرین امت اور علماء اسلام کا جشن میلاد کے بارے میں فتویٰ

(۱) حضرت علامہ شہاب الملۃ والدین احمد بن محمد ابی بکر الخطیب القسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام و يعملون الولائم و يتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون فى المبرات و يعتنون بقراة مولده الكريم ويظهر عليهم من بر كاته كل فضل عميم ومما جرب من خواصه انه امان فى ذالک العام و بشرى عاجلة بنيل البغية المرام فرحم الله امرأ اتخذ ليالى شهر مولده المباركة اعيادا ليكون اشد علة على من فى قلبه مرض واعياداء (مواہب اللدنیہ جلداول، صفحہ 27)

''ہمیشہ سے لے کر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے میلاد مبارک کے مہینہ میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور خوشیوں کے موقعہ پر کھلائے جانے والے کھانے پکاتے ہیں اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں زیادتی کرتے ہیں اور میلاد خوانی کا اہتمام کرتے ہیں تو ان پر میلاد شریف کی برکتوں سے ہر فضل عمیم کا ظہور ہوتا ہے محفل میلاد کی آزمودہ خاصیتوں میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ ان کو اس پورے سال میں امان حاصل رہتی ہے اور حاجت روائی اور حصول مراد کی بشارت جلد مل جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت فرمائے جو حضور ﷺ کی ولادت کے مبارک مہینہ کی راتوں کو، عیدوں کی طرح مناتے ہیں تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں میلاد النبی منانے کے انکار کا مرض اور لادوا بیماری ہے اس

میں مزید شدت واقع ہو جائے''۔

(۲) اس کی شرح میں علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی مالکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ینبغی تخصیص ھذا الشھر بزیادۃ فعل البر و کثرۃ الصدقات والخیرات وغیر ذالک من وجوہ القربات وھذا ھو عمل المولدا المستحسن (زرقانی شریف جلد اول: صفحہ 139)

''لائق یہ ہے کہ اس ماہ مبارک کو زیادہ نیکیاں کرنے اور صدقات وخیرات اور ان کے علاوہ دوسرے تقرب حاصل کرنے والے کاموں کو بکثرت کرنے کے لئے خاص کر دینا چاہیے اور یہی میلاد شریف منانے کا بہترین عمل ہے''۔

(۳) خاتم الفقہاء والمحدثین علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر الہیتمی المکی علیہ الرحمۃ سے میلاد شریف منانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا۔
''محفل میلاد ہو یا محفل ذکر خیر۔ دو قسم ہے۔ ایک قسم یہ کہ اگر کسی میں ناجائز کام ہوتے ہیں تو ناجائز کاموں سے بچنے کے لئے منانا منع ہے۔

اما القسم الثانی سنۃ تشتمله الاحادیث الواردۃ فی الاذکار المخصوصۃ والعامۃ کقولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون اللہ تعالیٰ الا حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ و نزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ تعالیٰ فیمن عندہ رواہ مسلم وروی ایضاً انہ، صلی اللہ علیہ وسلم قال لقوم جلسوا یذکرون اللہ تعالیٰ ویحمدونہ، علی ان ھداھم اللہ للاسلام اتانی جبریل علیہ السلام فاخبرنی ان اللہ یباھی بکم الملائکۃ وفی الحدیثین اوضح دلیل علی فضل الاجتماع علی الخیر والجلوس لہ وان الجالسین علی خیر کذالک یباھی اللہ بھم الملائکۃ وتنزل علیھم السکینۃ وتغشاھم

الرحمة ویذکرھم اللہ تعالی بالثناء علیھم بین الملائکۃ فای فضائل اجل من ھذہ (الفتاویٰ الحدیثیۃ صفحہ 129، صفحہ 130)

''یعنی محفل میلاد، یا محل ذکر اذکار کی دوسری قسم (جو ہر قسم کے ناجائز کاموں سے پاک ہو) تو یہ سنت ہے۔ جو احادیث، خاص اور عام اذکار کی فضیلت میں وارد ہیں اس قسم کو شامل ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہو کر بیٹھتی ہے تو اس مجلس کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں۔ ان ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذاکرین کا ذکر حاضرین جماعت ملائکہ میں فرماتا ہے یہ حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے اور صحیح مسلم کی دوسری حدیث اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کے بارے میں جو بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے تھے اور اس پر اس کی حمد کر رہے تھے کہ اللہ نے ان کو اسلام کے لئے ہدایت فرمائی ارشاد فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے تمہارے بارے میں فخر فرما رہا ہے ان دونوں حدیثوں میں خیر کے لئے اکٹھا ہونے اور خیر کے لئے بیٹھنے کی فضیلت پر بڑی واضح دلیل ہے اور اس پر بھی کہ خیر کے لئے بیٹھنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فخر کا اظہار فرماتا ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ملائکہ کے درمیان ان کا ذکر تعریف کے ساتھ کرتا ہے پھر ان فضائل سے بڑھ کر اور کون سی فضیلتیں ہو سکتی ہیں''۔

(۴) حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کی جس محفل میں لوگ اکٹھے ہو کر تلاوت قرآن شریف کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اولیت اور ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات کا بیان کر کے بعد میں دسترخوان بچھا کر، لوگوں کو طعام وغیرہ کھلاتے ہیں تو اس کا شرعی حکم یہ ہے:

التی یثاب علیها صاحبها لمافیه من تعظیم قدر النبی صلی اللہ علیه وسلم واظهار الفرح والا ستبشار بمولده الشریف

(حسن المقصد فی عمل المولد بحوالہ الحاوی للفتاوی، جلد 1، صفحہ 189)

''یہ وہ نیک کام ہے کہ اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اس لئے کہ اس محفل کے انعقاد میں نبی اکرم ﷺ کے مبارک مرتبہ کی تعظیم اور آپ کی ولادت مبارکہ پر فرحت وخوشی کا اظہار ہے''۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث سے میلاد منانے کے جواز میں استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت وقد ظهرلی تخریجه علی اصل آخر وهو ما اخرجه البیهقی عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم عق عن نفسه بعد النبوة مع انه قدورد ان جده عبدالمطلب عق عنه فی سابع ولادته والعقیقة لاتعاد مرة ثانیة فیحمل ذالک علی ان الذی فعله النبی صلی الله علیه وسلم اظهار للشکر علی ایجاد الله ایاه رحمة للعالمین و تشریع لامته کما کان یصلی علی نفسه لذالک فیستحب لنا ایضاً اظهار الشکر بمولده بالاجتماع واطعام الطعام ونحو ذالک من وجوه القربات واظهار المسرات ثم رائیت امام القراء الحافظ شمس الدین بن الجزری قال فی کتابه المسمٰی عرف التعریف بالمولد الشریف مانصه: قدروی ابولهب بعد موته فی النوم فقیل له ما حالک؟ فقال فی النار الا انه یخفف عنی کل لیلة اثنین وامص من بین اصبعی ماءً بقدر هذا واشار الی رأس اصبعه وان ذالک باعتاقی لثویبة عندما بشرتنی بولادة النبی صلی

الله علیه وسلم وبارضا عهاله فاذا کان ابولهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولود النبی صلی الله علیه وسلم به فما حال المسلم الموحد من امة النبی صلی الله علیه وسلم یسر بمولده ویبذل ماتصل الیه قدرته فی محبته صلی الله علیه وسلم لعمری انما یکون جزائه من الله الکریم ان یدخله بفضله جنات النعیم

(الحاوی للفتاویٰ، صفحہ 196، جلد 1)

"میں کہتا ہوں کہ مجھے محفل میلاد منانے کے جواز کے بارے میں دوسری دلیل بھی معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے کہ امام بیہقی حضرت انس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ خود بھی کیا تھا حالانکہ روایات میں وارد ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ آپ کی ولادت کے ساتویں دن کیا تھا اور عقیقہ دوسری مرتبہ دوہرایا نہیں جاتا۔ تو یہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ کا (خود اپنا عقیقہ) دوبارہ کرنا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس کا شکر بجالانے کا اظہار ہو۔ اور دوسرے یہ کہ آپ کی امت کے لئے شرعاً جائز ہو جائے۔ جیسا کہ آپ خود پر اس لئے درود شریف بھی پڑھتے تھے۔ پس ہمارے لئے بھی یہ مستحب ہے کہ ہم حضور ﷺ کے میلاد (ولادت) کی خوشی کے اظہار شکر کے لئے اجتماع (جلسے محفلیں منعقد) کریں اور لوگوں کو طعام کھلائیں اور اس طرح کے ثواب کے کام کریں اور خوشی ومسرت کا اظہار کریں۔ میں نے امام القراء حافظ الحدیث شمس الدین بن جزری علیہ الرحمۃ کی کتاب "عرف التعریف بالمولد الشریف" میں دیکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کسی شخص نے ابولہب کو اس کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ "تیرا کیا حال ہے"؟ تو اس نے کہا آگ میں ہوں مگر یہ ہے کہ ہفتے میں ایک

مرتبہ، ہر پیر کی شب مجھ سے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور ان انگلیوں کے درمیان سے، انگلیوں کے سر کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس قدر پانی چوس لیا کرتا ہوں اور یہ عذاب میں تخفیف اور اتنا سا پانی ملنا اس وجہ سے ہے کہ جب میری باندی ثوبیہ نے ولادت النبی ﷺ کی خوشخبری سنائی اور ان کو دودھ پلایا۔ تو میں نے اس کو اپنی دو انگلیوں کا اشارہ کر کے آزاد کر دیا تھا۔ (تو غور کرنا چاہیے کہ) جب ابولہب جیسے کافر پر کہ اس کی مذمت قرآن میں نازل ہو چکی ہے اس وجہ سے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ پر خوشی منائی تھی تو پھر رسول اللہ ﷺ کے اس امتی مسلمان موحد کا حال کتنا بہتر ہو گا جو آپ کی محبت میں آپ کی ولادت مبارکہ کی خوشی مناتا اور حتی المقدور روپیہ پیسہ خرچ کرتا ہے؟ مجھے اپنی زندگی کی قسم! ایسے مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی جزاء ہے کہ اس کو اپنے فضل سے جنات النعیم میں داخل کرے گا"۔

نیز اس کے آگے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عید میلاد النبی ﷺ منانے کے جواز میں شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی میلاد شریف منانا حدیث سے ثابت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

(۵) وقد ظهرلی تخریجها علی اصل ثابت وهو ما ثبت فی الصحیحین من ان النبی صلی الله علیه وسلم قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء فسالهم فقالوا هو یوم اغرق الله فیه فرعون ونجی موسیٰ فنحن نصومه شكراً لله تعالیٰ فیستفاد منه فعل الشکر لله علی مامن به فی یوم معین من اسداء نعمة او دفع نقمة ویعاد ذالک فی نظیر ذالک الیوم من کل سنة والشکر لله یحصل بانواع العبادة کالسجود والصیام و الصدقة والتلاوة وای نعمة اعظم من

النعمة ببروز هذا النبی نبی الرحمة فی ذالک الیوم وعلی هذا فینبغی أن یتحری الیوم بعینه حتی یطابق قصة موسی فی یوم عاشوراء (الحاوی للفتاویٰ، جلد 1 ،صفحہ 196)

''علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے عید میلاد النبی ﷺ منانے کی اصل اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو بخاری شریف میں ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ میں آئے وہاں آپ نے یہودیوں کو دسویں محرم عاشورہ کے دن روزہ رکھتے دیکھ کر ان سے پوچھا کہ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تھی تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے مصیبت کے ٹلنے اور نعمت ملنے پر دن مقرر کر کے شکر ادا کرنے کا فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور ہر سال اس دن بار بار شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر، عبادت کے کئی طریقوں سے کیا جاتا ہے جیسے کہ سجدہ، روزہ، صدقہ خیرات اور تلاوت قرآن وغیرہ اور (کوئی بتائے کہ) میلاد کے دن اس نبی، نبی الرحمۃ ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت عظیم ہے تو اس حدیث کی بناء پر چاہیے کہ (میلاد مبارک منانے اور نیک کام کرنے کے لئے) بعینہ اس یوم میلاد النبی ﷺ کی تلاش کرنا چاہیے تاکہ یوم عاشوراء میں قصہ موسیٰ علیہ السلام سے مطابقت ہو جائے''۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کے مطابق علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مواہب اللدنیہ کی شرح زرقانی شریف صفحہ 140 جلد اول میں تحریر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ محفل ومجلس میلاد منعقد کرنے کے جواز اور فضائل وبرکات کے بیان میں مسلمہ اکابر علمائے امت کے مزید سینکڑوں ارشادات درج کیے جاسکتے ہیں تاہم فقیر طوالت سے بچنے کی خاطر اس پر اکتفا کر رہا ہے کہ متلاشیان حق کے لئے یہ بھی کافی و

شافی ہے اس لئے کہ آیات قرآن مجید، روایات حدیث شریف، عمل صحابہ و تابعین تبع تابعین سے اور ائمہ مفسرین و شارحین حدیث اور اکابر علماء امت کے ارشادات سے بفضلہٖ تعالیٰ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل و مجالس منعقد کرنے کے اثبات جواز میں فقیر نے جو اظہر من الشمس حقائق و شواہد تحریر کیے ہیں لاجواب، مسکت اور ناقابل تردید ہیں۔ مولوی علی محمد سمیت کوئی منکر وہابی ان کے رد میں ایک بھی معقول و قابل قبول دلیل تاقیامت پیش نہیں کر سکتا۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا ذکر و بیان سنت ہے۔ سنت رسول ہے، سنت صحابہ ہے اور عاشقان رسول مومن مسلمانوں کا طریقہ ہے سواد اعظم کا شعار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان الله لا یجمع امتی اوقال امة محمد علی ضلالة وید الله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار (راه الترمذی) نیز فرمایا اتبعوا السواد الاعظم فانهٗ من شذ شذ فی النار رواه ابن ماجه

(مشکوٰۃ باب الاعتصام فصل دوم، صفحہ 30)

''یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو، یا فرمایا امت محمد کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا۔ نیز فرمایا بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ (جہنم) میں جائے گا''۔

اور اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء)

''اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق والا راستہ اس پر کھل چکا ہو، اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے، اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے''۔

مگر چالاک معترض دھوکہ دینے کی غرض سے پہلو بدلتے ہوئے تیسرے اعتراض میں لکھتا ہے:

اعتراض نمبر 3: ہم ذکر ولادت باسعادت کو مستحب جانتے ہیں۔ لیکن محفل میلاد اور مجلس میلاد کو بدعت اور مکروہ کہتے ہیں، گویا

جناب شیخ کا بہکا قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

بمصداق لا الی ھؤلاءِ، ولا الی ھؤلاءِ

گنگا گئے تو گنگا رام جمنا گئے تو جمنا داس

یعنی شتر مرغ کی طرح کوئی مفاد دیکھا تو اونٹوں کی برادری میں مل گئے اور موقعہ مناسب نظر آیا تو پرندوں میں شامل ہو گئے لاحول ولاقوۃ۔ یہ کون سی شرافت ہے؟ مولوی علی محمد صاحب فقیر کو مخاطب کر کے اس طرح اپنی علمیت کا اظہار فرماتا ہے:

''جاہل ملا سن، محفل میلاد، مجلس میلاد دوسری چیز ہے اور حضرت ﷺ کا محض ذکر ولادت باسعادت دوسری چیز ہے پہلی بدعت ہے اور دوسری مستحب ہے۔ جیسا کہ حضرت رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے۔ نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت بدعات کے سبب سے آئی ہے''۔ (مطرقہ صفحہ 8)

جواب: اس اعتراض کا کیا مطلب ہوا؟ بقول غالب دہلوی،

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔!

یہ کہنا کہ ''ذکر میلاد تو مستحب ہے لیکن محفل میلاد، مجلس میلاد بدعت مکروہ ہے ناجائز ہے''۔ دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ ذکر ولادت سننے سنانے کے لئے مجمع محفل و مجلس کا ہونا لازم ہے۔ کیا معترض صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اکیلا آدمی کسی ایسی جگہ جہاں اور کوئی متنفس موجود نہ ہو، تنہا ذکر میلاد کرے تو جائز و مستحب، اور اگر وہاں چند آدمی سننے آ جائیں تو ذکر میلاد یک لخت حرام بدعت ہو جائے گا؟ یہ دعویٰ کس قدر غلط و بے بنیاد ہے۔ مزید براں یہ کہ اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں کوئی معقول شرعی دلیل پیش کرنے کی

بجائے اپنے دیوبندی مفتی رشید احمد گنگوہی کا نامعقول و بے بنیاد فتویٰ لکھ کر سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے: سچ ہے

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم الی الارض الجیائف

کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کو حق نہیں پہنچتا کہ محفل میلاد کو من گھڑت ڈھکوسلوں سے بدعت و ناجائز قرار دے جب کہ شریعت کے مالک و مختار، حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے، صحابہ کرام کی مجلس میں ذکر میلاد مبارک ثابت ہے نیز صحابہ کرام اور اکابرین امت سلف وخلف صالحین سنت جان کر خیرات و برکات کے حصول کے لئے میلاد مبارک کی محفلیں منعقد کرتے آرہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ عاشقان رسول مسلمانان اہل سنت و جماعت ان کے اتباع میں تاقیامت جشن عید میلاد مناتے رہیں گے۔

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اس مقام پر فقیر ضروری سمجھتا ہے کہ معترض کا غرور توڑنے کے لئے، اس کی غلط بیانی اور اس کے ممدوح مفتی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کی حقیقت کو بالاختصار واضح کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو: مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے کہ محفل میلاد، جس میں صرف ذکر ولادت ہو اور اس میں کوئی بدعت نہ ہو اور کوئی امر، خلاف شرع نہ ہو اور بدعات سے خالی ہو ہر حال ناجائز ہے۔

نام نہاد مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کی نقل

سوال: محفل میلاد جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسے ہے؟

جواب: ناجائز ہے، بسبب اور وجوہ کے فقط (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 148)

سوال: انعقاد مجلس میلاد، بدوں قیام، بروایات صحیح، درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 136)

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عرس اور میلاد میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ 147)

سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے، آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانے میں درست نہیں وعلی ھذا عرس کا جواب ہے. بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں مگر پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلس عرس و میلاد بھی ایسا ہی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 105)

ان فتاویٰ کی روشنی میں معترض صاحب کی غلط بیانی صاف عیاں ہے کہ اس نے بڑے غرور کے ساتھ فقیر کو مخاطب کر کے لکھا:

جاہل ملاسن! مجلس میلاد اور چیز ہے اور حضرت ﷺ کا محض ذکر ولادت باسعادت اور چیز ہے پہلی بدعت ہے اور دوسری مستحب ہے اور اپنی تائید میں بڑے فخر کے ساتھ دیوبند کے مفتی اعظم رشید احمد گنگوہی کا سہارا لیتے ہوئے لکھتا ہے: جس طرح حضرت رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے: ''نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت بدعات کی وجہ سے آئی ہے''۔ لیکن بمصداق۔ من چہ مے سرایم وطنبورہ چہ مے سراید۔

معترض کے اس دعویٰ کے برعکس خود مفتی رشید احمد گنگوہی کا واضح فتویٰ ہے کہ انعقاد مجلس مولود خواہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، روایات صحیح پڑھی جائیں، قیام بھی نہ ہو اور کوئی بات خلاف شرع نہ ہو بہر حال ناجائز ہے'' اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ ''تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے اور مجلس مولود کے لئے اہتمام و تداعی ہوتا ہے''۔ یعنی

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

دیکھا آپ نے رشید احمد گنگوہی ہی کے فتویٰ میں ہے کہ انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے جس سے معترض صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک مفتی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کی بات ہے تو حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی دیگر دیوبندی مفتیوں کی طرح، مسائل شرعیہ وفقہیہ بیان کرنے اور ان کے بارے میں فتویٰ دینے میں کسی اصول اور کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہے۔ ہر امر اور مسئلہ کو اپنی گروہی ومسلکی مصلحتوں اور مفادات کے مطابق ڈھال لینے کا ماہر ہے۔ شرع مطہرہ کو موم کی ناک بنا رکھا ہے۔ سینکڑوں ہزاروں میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) مجلس مولود اور عرس کے بارے میں مندرجہ بالا فتووں کو سامنے رکھیں اور درج ذیل فتووں کو بھی دیکھ لیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور قل ھو اللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں کہ جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں؟

جواب: جواب صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ فاتحہ مروجہ درست نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ ہے۔ (فتاوی رشیدیہ صفحہ 121)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ فی زمانا رواج ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے عزیز واقارب اس روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز یا کسی اور روز جمع ہو کر مسجد میں یا کسی اور مکان میں قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ بلا تعین شمار، ثواب اس پڑھے ہوئے کا متوفی کو بخشتے ہیں اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو اس طرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑھنا اور پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ مجتمع ہونا عزیز واقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن شریف کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہو کر روز وفات میت کے یا دوسرے روز یا تیسرے روز، بدعت ومکروہ ہے شرع شریف میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ صفحہ 121)

سوال: فاتحہ مروجہ یعنی طعام کو روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر، کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: اس مخصوص طریقہ سے نہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھا نہ خلفاء کے زمانے میں بلکہ قرون ثلاثہ میں جو مشہود لھا بالخیر ہیں منقول نہ ہوا۔ اور اس وقت حرمین (مکہ و مدینہ) شریفین زادھما اللہ شرفا میں خواص کی عادت نہیں اور اگر کوئی اس طور مخصوص پر عمل کرے تو طعام حرام نہیں ہوتا اس کے کھالینے میں مضائقہ نہیں اور اس کو ضروری سمجھنا مذموم ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ 118)

دیوبندیوں کے مفتی اعظم رشید احمد نے، فاتحہ مروجہ کے خلاف تین ہتھیار استعمال کیے ہیں اس لئے کہ مسلمانان اہل سنت و جماعت کرتے ہیں۔ (۱) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس مخصوص طریقہ سے نہ تھا (۲) خلفاء راشدین بلکہ قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع، تابعین) کے زمانے میں نہ تھا۔

(۳) اس وقت بھی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں خواص (نجدی وہابی) اس پر عمل نہیں رکھتے۔

ان تینوں باتوں کو ذہن میں رکھ کر گنگوہی صاحب کے مندرجہ ذیل فتویٰ پر غور کریں۔

سوال: کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں (فتاویٰ رشیدیہ کامل، صفحہ 102)

اب معاملہ چونکہ ان کے اپنے گھر کا تھا اور کھانے کمانے کا سوال بھی درپیش تھا، اس لئے ان کے یہ تینوں ہتھیار کند ہو کر رہ گئے۔ واضح رہے کہ دیوبندی مولویوں نے کھانے کمانے کے لئے یہ نیا طریقہ ایجاد کر رکھا تھا کہ جب کوئی مصیبت کے وقت ان کے پاس دعا کرانے آتا یہ کہتے کہ مبلغ پندر [illegible] پ [illegible] اوضہ نقد ادا کرو، تو بخاری شریف کا ختم کرا کر تمہارے لئے دعا کریں۔ اس زمانے میں روپیہ کی بڑی قدر و قیمت تھی ان دنوں دو سے

اڑھائی روپیہ فی من گندم کی قیمت تھی اور ایک مزدور کی، روزانہ محنت کی اجرت صرف پچیس پیسے تھی تو موجود زمانے کے مقابلے میں اس زمانے کے ایک روپیہ کی قیمت کا حساب لگا کر دیکھ لیں کہ اس زمانے کے پندرہ روپے کی قیمت موجود زمانے کے کتنے روپے بنتی ہے۔ تو دعا کا طلب گار مجبوراً کسی نہ کسی طرح اتنی بھاری رقم مہیا کر کے ان کی جیب گرم کر دیتا تو یہ ختم بخاری کے لئے مجلس کا اہتمام کرتے اور استاد و شاگرد ایک دوسرے کو بلاتے اور جمع ہو کر بخاری شریف پڑھ کر اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ قارئین! اگر اس مسئلہ میں بھی مفتی رشید احمد صاحب ان ہی ہتھیاروں سے کام لیتے جو ہتھیار اس نے فاتحہ کے خلاف استعمال کیے تھے تو اپنے مفاد پر زد پڑتی تھی اور مفت کی آمدنی بند ہوتی تھی۔ اس لئے اب ان باتوں کی کچھ فکر نہ کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ختم بخاری کا یہ مروجہ طریقہ نہ تھا۔ خلفائے راشدین بلکہ قرون ثلاثہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے زمانے میں بھی نہ تھا۔ بلکہ قرون ثلاثہ میں جو مشہود لہا بالخیر ہیں بخاری شریف تالیف بھی نہیں ہوئی تھی، اور اس وقت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خواص (نجدی وہابی) بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود گنگوہی صاحب ختم بخاری شریف کو درست فرما رہے ہیں۔ بس وہی بات کہ موم کی ناک ہے جدھر کو چاہا موڑ لی۔ اور مزید لطف کی بات دیکھیے کہ یہاں جواز کے لئے دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے'' اس کی اصل شرع سے ثابت ہے، بدعت نہیں''۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست!

کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ آیا'' صحیح بخاری'' جس کا قرون ثلاثہ میں وجود ہی نہیں تھا اس کا ختم کرنا'' ذکر خیر'' ہے، تو کیا'' قرآن مجید'' جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود تھا، قرون ثلاثہ میں مکمل طور پر مرتب و مدون ہو چکا تھا اس کا ختم'' ذکر خیر'' کیوں نہیں؟ اگر ختم بخاری کے بعد دعا قبول ہوتی ہے تو ختم قرآن کے بعد دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ اگر ختم بخاری کے بعد دعا مانگنے کی اصل شرع سے ثابت ہے، تو ختم قرآن کے

بعد دعا مانگنے کی اصل شرع سے کیوں ثابت نہیں؟ اگر ختم بخاری بدعت نہیں تو ختم قرآن کو بدعت کیوں کہتے ہو؟ حدیث نبوی کی کتاب کا ختم جائز ہے تو کلام اللہ کا ختم کیوں ناجائز ہے؟ نیز یہ کہ مجلس مولود اگر اہتمام وتداعی کی وجہ سے ناجائز و بدعت ہے تو مجلس ختم بخاری اہتمام وتداعی کے باوجود ناجائز و بدعت کیوں نہیں؟

کیا دیو بندی ملاؤں کے گھر کا راج ہے کہ جس امر کو چاہیں جائز ٹھہرائیں اور جس امر کو چاہیں ناجائز قرار دے دیں۔ ان کو امور و مسائل شرع میں من مانی کرنے کا اختیار کہاں سے اور کیوں کر حاصل ہو گیا؟ لاحول ولا قوۃ۔

مزید چند نمونے بلا تبصرہ

سوال: تبارک اور رجی اور گیارہویں پیران پیر کی کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: تبارک اور رجبی بدعت ہیں ان کی کوئی اصل شرع میں نہیں، فاتحہ کھانے یا شیرینی پر بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ (فتاوی رشیدیہ، صفحہ 146)

جواب: محرم میں ذکر شہادت حسنین (امام حسن و امام حسین) علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا، یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا، یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں (فتاوی رشیدیہ صفحہ 148)

سوال: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے، مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، صفحہ 498)

سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد و حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے (فتاوی رشیدیہ، صفحہ 488)

قارئین کو معلوم ہو کہ ہندوؤں کے دھرم میں گؤ ماتا کا پیشاب اور گوبر پاک اور متبرک ہے۔ گوبر سے باورچی خانہ کو لیپ کر پاک کرتے ہیں اور کھانے پینے کی اشیاء میں گؤ ماتا کا

پیشاب چھڑک کر ملا کر متبرک بناتے ہیں اور رشید احمد گنگوہی اپنے پیروکاروں کو ان کی اشیاء لے کر کھانے پینے کی ترغیب دے رہا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم الی الارض الجیائف

جب کسی قوم کا رہنما کوا ہوگا تو وہ ان کو ایسی ہی سرزمین کی طرف رہنمائی کر کے لے جائے گا جہاں بکثرت مردار کھانے کو ملتے ہوں تو جی چاہتا ہے کہ مولوی علی محمد صاحب کے پیشوا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ ہی سے، اس کی مزید تسلی کرا دی جائے مگر بخوف طوالت اتنے پر ہی اکتفاء کر لی جاتی ہے کہ متلاشی حق کے لئے یہی کافی، وافی اور شافی ہے۔

ہو شرم تو کافی ہے اک حرف صداقت بھی
بے شرم کو کافی نہیں دفتر نہ صحیفے

قارئین حضرات! یہ نجدی وہابی، مصنوعی ڈھکوسلوں سے مجلس میلاد النبی ﷺ کو ناجائز، بدعت سیۂ اور حرام ٹھہرانے کے لئے دلیل دیتے ہیں کہ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے، یعنی مستحب امور کے لئے ایک دوسرے کو بلانا، دعوت دینا منع ہے چونکہ محفل میلاد میں اس طرح ہوتا ہے لہٰذا مجلس میلاد ناجائز، بدعت سیۂ وحرام ہے۔ حالانکہ یہ خود بڑے اہتمام کے ساتھ، اپنے اکابرین کی برسیاں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ بڑے بڑے جلسوں کی صورت میں مناتے ہیں۔ نیز اپنا بھرم قائم رکھنے کی خاطر بڑے اہتمام وتداعی کے ساتھ "سیرت النبی" کے نام سے جلسے منعقد کرتے ہیں۔ قد آور اشتہارات چھپا کر تقسیم کرتے، دیواروں پر لگاتے ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے صد سالہ جشن منانے کے لئے لمبے چوڑے، اونچے اونچے اسٹیج تعمیر کرتے ہیں۔ کافرہ عورت اندرا گاندھی سے اپنے جلسوں کی صدارت کراتے ہیں۔ اور ان کے چرنوں میں بیٹھ کر، گلے پھاڑ پھاڑ کر تقریریں جھاڑتے، منہ بگاڑ بگاڑ کر شیخیاں بگھارتے ہیں۔ تو کیا ان کے پاس ان امور کے اثبات کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت یا دلیل موجود ہے؟ کیا یہ خودسر، شتر بے مہار، قرون ثلاثہ سے اس طرح کی کوئی نظیر یا مثال پیش کر سکتے ہیں؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو کیا انہوں نے "اہتمام وتداعی" وغیرہ کی سب پابندیاں صرف مجلس میلاد النبی ﷺ ہی کے لئے وقف کر رکھی ہیں؟ اور یہ دیوبندی وہابی ہر پابندی سے آزاد ہیں، ان کے جو جی میں آئے کریں اور جو منہ میں آئے کہیں۔ آخر اس مادر پدر آزادی کی وجہ کیا ہے؟ معترض صاحب ذرا ہمت کر کے جواب دے۔

جاہلانہ اعتراض

معترض صاحب نے بزعم خود، میلاد مبارک کی تقریب سعید کو، بدعت و ناجائز ثابت کرنے کے لئے بڑا وزنی سوال اٹھایا ہے لیکن حقیقۃً اس کا یہ سوال انتہائی جہل، کذب، افتراء اور غلط بیانی پر مبنی ہے اعتراض نمبر 4 لکھتا ہے: چھ صدیاں گزر جانے تک مسلمانوں میں کہیں بھی اس بدعت کا رواج نہ تھا۔ یہ نہ کسی صحابی کو سوجھی نہ تابعی کو نہ کسی محدث کو اور نہ کسی فقیہ کو نہ کسی بزرگ کو نہ کسی ولی کو۔ یہ بدعت اگر سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک دنیا پرست رفیق مولوی کو۔ یہ بدعت 604 ہجری میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کو کبری بن اربل متوفی 630 ہجری کے حکم پر وجود میں آئی ہے جو ایک فضول خرچ اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا" (مطرقہ، صفحہ 8)

جواب: یہ اعتراض پڑھ کر بڑا افسوس ہوا کہ معترض نے اپنے اس بیہودہ سوال میں کذب وافتراء بہتانات اور غلط بیانیوں کے انبار لگا دیئے ہیں اور ساتھ ہی اپنی علمی قابلیت کا بھانڈا بھی بیچ چوراہے کے پھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ

(۱) مجلس میلاد النبی ﷺ کو بدعت سیئہ قرار دے کر قرآن وحدیث سے اپنی جہالت اور بے خبری کا ثبوت پیش کیا ہے۔

(۲) صحابہ کرام، تابعین، فقہاء و بزرگان دین اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کے بارے میں صریحاً غلط بیانی کر کے ان پر بہتان باندھا ہے کہ یہ حضرات اپنی مجالس میں میلاد النبی ﷺ و فضائل و اوصاف اور خصائص رسول مقبول کا ذکر و بیان کبھی نہ کرتے تھے۔ جب کہ احادیث صحیحہ اور بلند پایہ معتبر کتب سیرت اور تواریخ سے یہ سب کچھ بالتفصیل ثابت ہے اور

یہ سب کچھ فقیر تحریر کر چکا ہے۔

(۳) چھ سو سال تک دنیا میں کہیں بھی انعقاد مجالس میلاد کا رواج نہ تھا۔ یہ لکھ کر معترض صاحب نے کذب صریح اور غلط بیانی کا اتنا بڑا مظاہرہ کیا ہے کہ ابلیس لعین بھی اس کی اس شرمناک حرکت پر شرما کر رہ گیا ہوگا۔

(۴) نیز لکھا ہے کہ یہ بدعت 604 ہجری میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکبری بن اربل متوفی 630 ہجری کے حکم سے وجود میں آئی ہے جو ایک فضول خرچ اور دین سے بے پرواہ بادشاہ تھا۔

(۵) نیز لکھتا ہے کہ یہ بدعت سوجھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک دنیا پرست رفیق مولوی کو۔ مثل مشہور ہے کہ ''ساون کے اندھے کو ہر سو ہریالی ہی سوجھتی ہے''۔ چونکہ معترض صاب خود زر پرست علماء سوء کے مفاد پرست بدعتی کھیت کی پیداوار ہے لہذا اس کو حق پرست علماء دین بھی اپنے جیسے زر پرست و مفاد پرست، بدعتی ہی سوجھائی دیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ

معترض صاحب کی علمی قابلیت اور شرافت

کا اندازہ اس کے اس بیان سے بخوبی لگ جاتا ہے کہ ایک تو اس نے بادشاہ مظفر الدین بن زین الدین علیہما الرحمۃ کو مظفر الدین بن اربل لکھا، جو قطعاً غلط ہے ''اربل'' شہر کا نام ہے۔ بادشاہ مظفر الدین کے باپ کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شہر کے نام کو آدمی کا نام جان کر کسی کا باپ ٹھہرائے، اس سے اس کی علمیت عیاں ہو جاتی ہے دوم یہ کہ اس نے ایک دین دار، صالح، عادل، عالم و فاضل معزز بادشاہ پر فضول خرچ اور دین سے بے پرواہ یعنی ''بے دین'' ہونے کا بہتان باندھا اور اس پر میلاد النبی ﷺ کی محفل کے ایجاد کرنے کا بے بنیاد الزام لگایا۔ یہ اس کا دوہرا جرم ہے۔

(۱) مجلس میلاد کو بدعت ٹھہرانے کا۔

(۲) بادشاہ مظفر الدین کو محفل میلاد کا موجد قرار دینے اور اس کو بے دین کہنے کا۔

بادشاہ مظفر الدین بن زین الدین کی تعریف وتوصیف میں

علامہ ابن کثیر کا بیان

(الف) الملک المظفر ابو سعید کو کبری ابن زید الدین احد الاجواد، والسادات الکبراء والملوک الامجادله آثار حسنة۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ 136، جلد 13)

(ب) وکان یعمل المولد الشریف فی ربیع الاول ویحتفل به احتفالا هائلا وکان مع ذالک شهما شجاعا فاتکا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واکرم مثواه

(البدایہ والنہایہ، جلد 13، صفحہ 137)

(ج) وکان یحضر عندهٗ فی المولد اعیان العلماء والصوفیه

(ایضا، جلد 13، صفحہ 137)

ترجمہ: سلطان مظفر ابو سعید کو کبری ابن زید الدین بہترین آدمیوں میں سے ایک بڑے شرفاء ومعزز بادشاہوں میں سے تھا جس کے چھوڑے ہوئے آثار، بہترین ہیں وہ ربیع الاول میں محفل میلاد، شان وشوکت کے ساتھ مناتا تھا نہایت تیز فہم (سمجھدار) بہادر، دلیر، عاقل، عالم اور عادل تھا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرمائے اور اس کی آرام گاہ کو مکرم فرمائے۔ اس کی محفل میلاد میں شریک ہونے کے لئے چوٹی کے بڑے بڑے علماء ومشائخ حاضر ہوا کرتے تھے"۔ اس معتبر شہادت سے واضح ہوا کہ بادشاہ مظفر الدین علیہ الرحمۃ پر معترض صاحب نے اپنے پیشرو دیوبندی وہابیوں کی نقالی کرتے ہوئے جو الزام اور بہتان لگائے ہیں سراسر کذب وافتراء پر مبنی ہیں۔ چونکہ معترضین کو محفل میلاد سے چڑ ہے اور سلطان مظفر کو کبری علیہ الرحمۃ نے محفل میلاد نہایت شان وشوکت کے ساتھ منایا تھا اس لئے اس سے بھی چڑ ہے اور اس کے خلاف دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہابیوں کی تقلید میں اب مولوی علی محمد کا یہ دعویٰ بھی قطعاً غلط اور بے بنیاد ثابت ہوا کہ محفل میلاد کا ایجاد کرنے والا

مظفر الدین کو کبری ہے'' حالانکہ بادشاہ مظفر الدین سے بھی پہلے محفل میلاد مسلمانوں میں رائج تھی۔

محفل میلاد مسلمانوں میں ہمیشہ سے رائج ہے

قرآن وحدیث وعمل صحابہ کرام وتابعین اور سلف صالحین سے میلاد النبی ﷺ منانے کا ثبوت پیش کرنے سے پہلے فقیر مولوی علی محمد کی دعوئی (کہ 604ہجری سے قبل محفل میلاد کا مسلمانوں میں کہیں بھی وجود نہیں تھا) کی تردید ضروری سمجھتا ہے تاکہ مسلمان اس کے دلیرانہ جھوٹ سے واقف ہو جائیں: علامہ ابن جوزی محدث علیہ الرحمۃ المتوفی 597ہجری تحریر فرماتے ہیں:

لازال اهل الحرمين الشريفين والمصرو اليمن والشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبى صلى الله عليه وسلم ويفرحون بقدوم هلال شهر ربيع الاول ويلبسون ثياب الفاخرة و يتزينون بانواع الزينة ويتطيبون ويكتحلون وياتون بالسرور فى هذه الايام ويبذلون على الناس بما كان عندهم من الضروب والاجناس ويهتمون اهتماما بليغا على سماع القراة المولد النبى صلى الله عليه وسلم وينالون بذالک فوزا واجرا جزيلا ومما جرب عن ذالک انه وجد فى تلک الايام كثرة الخير والبركة مع السلامة والعافية وسعة الرزق و ازدياد المال والاولاد والاحفاد ودوام الامن والامان فى البلاد والامصار والسكون والقرار فى البيوت والديار بركة مولد النبى صلى الله عليه وسلم (بیان المیلاد النبی، صفحہ 57-58)

''ہمیشہ سے باشندگان حرمین شریفین (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور مصر اور شام، یمن

اور عرب کے مشرق و مغرب کے سارے شہروں والے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں اور مجلس منعقد کرتے آرہے ہیں اور ماہ ربیع الاول کا چاند چڑھنے سے فرحتیں (خوشیاں) مناتے، عمدہ لباس پہنتے طرح طرح کی زینتوں سے مزین ہوتے خوشبوئیں لگاتے آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں ان دنوں میں خوب سرور وانبساط کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے پاس روپے پیسے اور کھانے کے اجناس واشیاء میں سے جو کچھ میسر ہوتا ہے لوگوں میں بطور خیرات اور تحفوں کے بانٹتے ہیں اور میلاد النبی ﷺ کے بیان، تقریریں سننے کے لئے بڑے بڑے اہتمام وانتظام کرتے ہیں (یعنی مجالس میلاد منعقد کرنے کے سلسلے میں جلسہ گاہوں کی آرائش وسجاوٹ کرتے میلاد خواں علماء کے اعزاز میں اونچے اور خوبصورت اسٹیج تیار کرتے ہیں سامعین کے لئے آرام دہ نشست گاہیں بناتے ہیں وغیرہ وغیرہ) اور اس اظہار مسرت وخوشی کی بدولت خوب اجر وثواب اور برکتیں حاصل کرتے ہیں اور محافل میلاد منعقد کرنے کے برکات میں سے یہ تجربہ شدہ فضیلیتن حاصل ہوتی ہیں کہ سلامتی اور عافیت کے ساتھ خیر وبرکت میں کثرت ہو جاتی ہے۔ رزق میں وسعت، مال ودولت، اولاد، پوتوں، نواسوں میں زیادتی ہو جاتی ہے اور آبادیوں، شہروں میں امن وامان کا دوام اور دیہات اور گھروں میں سکون وقرار برقرار رہتا ہے"۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ پندرہویں صدی کی پیداوار ناہنجار معترضین بالاصرار تکرار کر رہے ہیں کہ چھٹی صدی سے پہلے بدعت میلاد کا مسلمانوں میں کہیں بھی رواج نہیں تھا۔ جب کہ علامہ ابن جوزی محدث علیہ الرحمہ (جن کا انتقال 597 ہجری میں ہوا) فرماتے ہیں: ہمیشہ سے ممالک اسلامیہ میں محافل میلاد بڑی دھوم دھام اور شان وشوکت کے ساتھ مسلمان منعقد کرتے آرہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ معترضین صریحاً جھوٹ بک رہے ہیں۔ کہ مسنون ومستحب مجالس میلاد کو بدعت سیئہ قرار دے کر مسلمانوں کو بہکانے بھٹکانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ فرمان الٰہی

ورفعنا لک ذکرک اس پر شاہد عدل ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ وبفضل رسولہ الاعلیٰ عاشقان رسول مقبول ﷺ تا قیامت محفل میلاد شان وشوکت کے ساتھ منعقد کرتے رہیں گے۔

محفل میلاد کے بارے میں مختلف علماء کی مخالفت کا شوشہ

وہابی خواہ کسی بھی گروہ سے متعلق ہوں اور کسی بھی نام سے متعارف ہوں ان سب میں قدر مشترک ایک ہے ''شان رسالت میں تنقیص وتوہین'' وہابیوں کو عظمت رسول وتعظیم رسول سے اتنی چڑ ہے کہ ان کو''توہین رسول''میں ''توحید الٰہی'' کی تکمیل دکھائی دیتی ہے۔ ان کے مذہب میں ''توحید الٰہی'' کا مطلب ''توہین رسول'' ہے۔ یہ توحید کی آڑ لے کر توحید کے بہانے سے جائز اور مستحب امور پر بڑی شقاوت وسنگدلی کے ساتھ ''شرک شرک'' کی سنگ باری کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہراتے ہیں۔ مذہب وہابیہ کی بناء ہی حتی الامکان حضور ﷺ کی شان اقدس کو گھٹانے، عشق وتعظیم حضور مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے پر قائم ہے۔ غور کا مقام ہے کہ آخر یہ من گھڑت حیلوں، بہانوں اور ڈھکوسلوں سے محفل میلاد کو ناجائز، بدعت سیۂ، حرام، شرک قرار دینے اور مسلمانان اہل سنت وجماعت کو غلط بیانیوں اور فریب کاریوں کے ذریعہ بدعتی ومشرک ٹھہرانے کے لئے ناکام کوششوں میں کیوں لگے رہتے ہیں۔ جب کہ اس کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، مجلسوں میں ذکر میلاد کرتے رہے ہیں اور اقصائے عالم میں ہر زمانے میں سلف وخلف صالحین نہایت شان وشوکت کے ساتھ مجالس ومحافل میلاد منعقد کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ فقیر گزشتہ صفحات میں یہ سب احوال باثبوت وباحوالہ تحریر کر چکا ہے۔ ان کی کذب بیانیوں اور مکر وفریب کے بخیے ادھیڑ چکا ہے لیکن شروع ہی سے یہ لوگ اس قدر ضدی اور ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں کہ اہل حق کے مقابلے میں چاروں شانے چت ہو جانے اور حقائق ودلائل قاطعہ کے سامنے ساکت ہو کر شکست فاش کھانے کے باوجود ہار نہیں مانتے اور پینترا بدل کر مشہور ومعروف علماء ومشائخ کی عبارتوں میں قطع وبرید کر کے

ایسے ادھورے جملے پیش کرنے لگتے ہیں جن سے تحریف وتاویل کے ذریعہ اپنے غلط موقف کی تائید کا مفہوم نکال سکیں۔ نیز ایک داؤ یہ چلتے ہیں کہ اپنے ہم مسلک کسی وہابی مولوی کو علماء حق کی فہرست میں ظاہر کر کے اس کے قول فاسد کو اپنی تائید میں لاتے ہیں تاکہ کم علم و بے خبر لوگ، ان کے مغالطہ میں آجائیں لیکن بمصداق جاء الحق وزہق الباطل، بتائید الٰہی جب حق سامنے آجاتا ہے ان کا طلسم ٹوٹ کر رفع دفع ہو جاتا ہے اور ان کا بچھایا ہوا دام تزویر ٹوٹ پھوٹ کر رہ جاتا ہے۔ ہمارے معترض صاحب نے بھی میلاد النبی ﷺ کے خلاف مذکورہ چال چلتے ہوئے اپنے غلط موقف کی تائید میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور علامہ ابو عبد اللہ بن الحاج علیہ الرحمۃ کے نام پیش کیے ہیں اور یہ شوشہ اٹھایا ہے کہ ان بزرگوں نے بھی محفل میلاد کی مخالفت کی ہے اور ان کے علاوہ چند گمنام، غیر معروف اور غیر معتبر اور کچھ متنازعہ مولویوں کے نام لکھ کر انہیں محفل میلاد کو ناجائز کہنے والوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ ہم اس کی اس فریب کاری کا پردہ چاک کر کے یہ ثابت کر دکھاتے ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اور علامہ ابن الحاج نے مطلق محفل میلاد کی مخالفت ہرگز نہیں کی۔ ان کے علاوہ جن دوسرے مولویوں کے نام اس نے لکھے ہیں ان کی حیثیت اور مذہبی حقیقت بھی سب کے سامنے ظاہر کر دیتے ہیں فی الحال اس کی شوشے بازی کے الفاظ دیکھ لیجئے۔ لکھتا ہے۔ محفل میلاد کی ہر زمانہ میں حقانی علماء اور ہر طبقے کے عالموں نے پرزور تردید کی ہے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ، امام نصیر الدین شافعی، حضرت مجدد الف ثانی، علامہ ابن الحاج، علامہ عبد الرحمٰن مغربی، علامہ احمد بن محمد مصری مالکی۔

(مطرقہ صفحہ 9-10)

جواب: مولوی علی محمد صاحب نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے۔ مندرجہ بالا علماء کے نام لکھتے ہوئے حقانی علماء کی فہرست میں پہلا نام ابن تیمیہ کا لکھا ہے جو قطعاً خلاف حقیقت ہے اس کی تفصیل ہم ذرا آگے چل کر بتائیں گے فی الحال ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس نے یہ مذکورہ نام فتاویٰ رشیدیہ کے ایک فتویٰ سے چرا کر لکھے ہیں اور اس طرح

اس نے اپنی علمی دھاک بٹھانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس صاحب نے نہ تو علامہ ابن الحاج کی کتاب ''المدخل'' کو دیکھا ہے اور نہ حوالہ خود دیکھ کر لکھا ہے بیگانی تقلید کرتے ہوئے رشید احمد گنگوہی کے ایک فتوے سے عبدالرحمٰن مغربی، نصیر الدین شافعی اور القول المعتمد کے حوالے چرا کر اپنی علمی حیثیت کا بھانڈا پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ میدان مناظرہ میں حوالہ وہ معتبر ہوتا ہے جو دنیا بھر میں تسلیم شدہ ہو اور اگر کوئی عالم غیر معروف ہو تو پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ یہ معتبر علماء میں سے ہے اور اس کا قول قابل اعتماد ہے صرف عبارت پیش کر دینا بالکل بیکار اور ناقابل حجت ہے میں پوچھتا ہوں نصیر الدین شافعی، عبدالرحمٰن مغربی، احمد بن محمد مصری کس طبقہ کے اور کس زمانہ کے عالم تھے؟ ان کی عبارتیں نقل کرتے ہوئے کتابوں کے صفحے اور جلد نمبر کیوں نہیں لگائے گئے؟ اور ان کتابوں کی کتنی اہمیت ہے؟ یہ سب کچھ کیوں چھپایا گیا ہے؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!!!

ابن تیمیہ کے بارے میں علماء اسلام کی آراء

ابن تیمیہ کو دیوبندی، شیخ الاسلام کہتے ہیں حالانکہ اس نے ہمیشہ اکابرین اہل سنت اور ائمہ مجتہدین اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی توہین اور تکفیر کی ہے۔ جن شرعی مسائل پر جمہور اہل سنت و جماعت کا اتفاق رہا ہے اس نے مسلک جمہور سے ہٹ کر ان مسائل کی مخالف کی ہے اس کے سبب ہم عصر جید علماء اہل سنت ابن تیمیہ کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور اس کو قید کرایا تھا اس وجہ سے کہ اس نے مسلمانوں کے متفق مسئلوں میں اختلاف پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ''جہت'' کا قائل تھا۔ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے جانے کو شرک اور کبیرہ گناہ کہتا تھا اور کہتا تھا کہ تین طلاقیں نہیں پڑتیں اور اس کا عقیدہ تھا کہ جو شخص طلاق سے قسم اٹھائے قسم توڑے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی اس لئے اس وقت کے جید علمائے اہل سنت کے مطالبہ پر قید کیا گیا تھا آخر تک اسی ہی عقیدہ پر جیل میں بغیر توبہ کیے مر گیا۔ (ملاحظہ ہو کتاب ''شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق،

صفحہ 204، مصنفہ، علامہ الشیخ محمد یوسف بن اسماعیل نبھانی)

خاتم الفقہا والمحدثین علامہ الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:

سئل نفع الله به بما لفظهٗ لابن تيمية اعتراض على متاخرى الصوفيه ولهٗ خوارق فى الفقه والاصول فما محصل ذالک؟

فاجاب بقوله: ابن تيميه عبد خذله الله واضله واعماه واصمه واذله وبذالک صرح الائمة الذين بينوا فساد احواله و كذب اقواله ومن اراد ذالک فعليه بمطالعة كلام الامام المجتهد المتفق على امامته و جلالتهٖ و بلوغه مرتبة الاجتهاد ابى الحسن السبكى وولده التاج والشيخ الامام العزبن جماعة واهل عصرهم من الشافعية والمالكية والحنفية ولم يقصر اعتراضه على متاخرى الصوفية بل اعترض على مثل عمر بن الخطاب وعلى بن ابى طالب رضى الله عنهما كما ياتى والحاصل ان لا يقام لكلامه وزن بل يرمى فى كل وعروحزن و يعتقدفيه انه مبتدع ضال و مضل جاهل غال عامله الله بعدله واجارنا من مثل طريقته وعقيدته وفعله آمين

(الفتاوی الحدیثیہ، صفحہ 99)

"علامہ ابن حجر الہیتمی سے اس طرح سوال کیا گیا کہ ابن تیمیہ کہ جس نے فقہ و اصول کے نئے نئے مسائل اپنی طرف سے ایجاد کیے اور اس نے صوفیائے متاخرین پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔ یہ کیسا شخص تھا؟ اس کا جواب علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے یو دیا " ابن تیمیہ ایسا انسان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے خوار کر کے گمراہ کیا اور اندھا، اور بہرا اور ذلیل کر دیا۔ وقت کے ائمہ م کو س کے افعال اور

جھوٹے اقوال کی خبر تھی انہوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے جو کوئی اس بات سے واقف ہونا چاہتا ہو اسے ان ائمہ مجتہدین (جن کی امامت اور جلالت علمی اور مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے پر اتفاق ہے) کے کلام مبارک کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ وہ ائمہ کرام یہ ہیں۔ علامہ ابوالحسن سبکی اور ان کا فرزند علامہ تاج الدین سبکی، شیخ امام العز بن جماعہ اور ان کے ہمعصر شافعی، مالکی اور حنفی علماء کرام، ابن تیمیہ نے نہ صرف صوفیاء متاخرین پر اعتراض کیے ہیں بلکہ اس نے تو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب کے بارے میں بھی کہا ہے (کہ وہ کافی غلطیاں کرتا تھا) اور حضرت علی بن ابی طالب پر بھی اعتراضات کیے ہیں (کہ اس نے تین سو مقامات سے بھی زیادہ مقامات پر خطائیں کی ہیں)

جیسے کہ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے خلاصہ کلام یہ کہ ابن تیمیہ کے قول کا کچھ بھی وزن نہیں بلکہ اس کے اقوال ویران و وحشتناک زمین اور سنگلاخ پہاڑوں میں پھینک دینے کے لائق ہیں اس کے لئے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، ضال، مضل، غالی، جاہل تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عدل فرمائے اور ہمیں اس کے طریقے اور عقیدے سے پناہ میں رکھے آمین۔ اسی طرح دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

وایاک ان تصغی الی مافی کتب ابن تیمیه و تلمیذه ابن القیم الجوزیه وغیرهما ممن اتخذ الهه هواه واضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه وجعل علی بصره غشاوة فمن یهدیه من بعدالله (الفتاویٰ الحدیثیہ، صفحہ 173)

علامہ ابن حجر الہیتمی نے ابن تیمیہ کے بارے میں علامہ ابن جوزی کا قول نقل کیا ہے کہ خبردار! کہیں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ اور اس کے شاگردوں کی کتابوں کی جانب نظر نہ کر بیٹھنا یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ ابن تیمیہ کو اللہ تعالیٰ نے علم دے کر گمراہ کیا

ہے اور اس کے کانوں اور دل پر مہر اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسے گمراہ کر دینے کے بعد دوسرا کون اسے ہدایت دے سکے گا"۔

ان کے علاوہ علامہ حافظ ابن رجب حنبلی علامہ سید مرتضیٰ الزبیدی "صاحب اتحاف" اور دیگر متعدد معروف علماء نے ابن تیمیہ کو گمراہ لکھا ہے۔ ایسے شخص اور جمہور اہل سنت و جماعت کے مسلک سے منحرف عالم کو علماء حق کی فہرست میں شمار کرنا بے انصافی ہے۔

قارئین حضرات! مندرجہ بالا تحقیق کے بموجب ابن تیمیہ کا قول میلاد النبی کی مخالفت میں بطور حجت کیسے قبول کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ

ہر کہ او خود گم است کرا رہبری کند

یعنی جو کہ خود ہی گم راہ ہے وہ کسی کی رہبری کیسے کرے گا اس لئے ابن تیمیہ کے قول کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی پر مخالفت محفل میلاد کی تہمت

حالانکہ میاں میر محمد نعمان اور دیگر پیر بھائی دوستوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ محفل میلاد منعقد کرنے والوں سے بہت راضی ہوتے ہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ باسراہ العزیز نے اس سوال کا جواب بالتفصیل تحریر فرمایا کہ خوابوں میں کئی مغالطے واقع ہو سکتے ہیں لہٰذا خوابوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے کہ خواب خواب ہی ہوتا ہے۔ اس طرف کے ہمارے مریدوں نے ہمارے طریقے کی مخالفت کرتے ہوئے سماع و سرود سننے اور اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنی شروع کر دی ہے میاں میر محمد نعمان کو بھی ہمارا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں بھلا اگر ہمارا حکم ماننے میں سستی کرے گا تو نقصان کس کو پہنچائے گا؟ فقیر کا سماع اور میلاد سے ممانعت میں مبالغہ صرف اپنے طریقہ کی مخالفت کے سبب سے ہے۔ پس یہ طریقہ کی مخالفت سماع، سرود، رقص یا میلاد اور شعر خوانی کے ذریعہ سے ہو تو بھی مخالفت شمار کی جائے گی۔ ہر راستہ خاص مقصد کی جانب پہنچاتا ہے ہمارے طریقے میں خاص مقصد تک پہنچنا ان کاموں کو چھوڑنے سے متعلق اور وابستہ ہے۔

معترض نے اپنی بے علمی کے باعث حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز پر بھی مخالفت محفل میلاد کی تہمت لگائی ہے اصل بات یہ ہے کہ اس نے کوئی بھی کتاب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مسئلہ کی تحقیق نہیں کی اور نہ ہی اس میں اتنی قابلیت ہے۔ اس کی تمام تر اچھل کود کا انحصار رشید احمد گنگوہی کے کھونٹے پر ہے اس کی ساری علمیت کا دارومدار ''فتاوی رشیدیہ'' پر ہے جو کچھ اس میں دیکھتا ہے بے سوچے سمجھے خود بھی لکھ دیتا ہے صحیح ہے یا غلط! جانے اس کی بلا۔ اس سے اس کو کچھ غرض نہیں کہ اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے بہر حال فقیر۔ اس حرکت قبیحہ سے پیدا ہو سکنے والی غلط فہمی کا ازالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔

مکتوبات شریف امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز میں مرقوم ہے۔

کہ ''حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں ان کے مرید مرزا حسام الدین صاحب نے یہ سوال بھیجا کہ۔ آپ سرود اور سماع سے کس لئے منع فرماتے ہیں؟ پھر تو ایسی محفل میلاد شریف جس میں نعتیہ قصیدے اور اشعار پڑھے جاتے ہیں اس پر بھی یہ ممانعت شامل ہوگی

جنہیں ہمارا طریقہ حاصل کرنا ہو وہ اس طریقہ کی مخالفت سے پرہیز کرے دوسروں کے طریقوں سے پیار نہ کرے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ''نہ ایں کار میکنم نہ انکار میکنم'' نہ خود یہ کام کرتا ہوں نہ ہی اس کا انکار کرتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ سرود و سماع خاص کر ہمارے طریقہ کے خلاف ہے مگر دوسرے مشائخ طریقت نے (یہ سماع و سرود) کیا ہے اس لئے اس کام میں انکار بھی نہیں کرتا کہ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ہر ایک کے لئے ایک جہت مقرر ہے اور وہ اسی طرف متوجہ ہے''۔

(مکتوبات شریف حصہ پنجم، دفتر اول، صفحہ 22-23)

اس سے صاف ظاہر ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے میلاد شریف سے نہ انکار فرمایا اور نہ اپنے مخصوص طریقہ سلوک کے تحت اس کا حکم فرمایا اور میلاد بھی وہ میلاد مراد ہے جس میں سماع و سرود ہو۔ نفس ذکر میلاد پر ان کے ارشاد کو چسپاں کرنا۔ منکرین کے خبث باطن کی دلیل ہے۔ اور امام ربانی جیسی متبرک ہستی پر اتہام اور بہتان بازی ہے۔

معترض صاحب کی بے علمی

تھوڑی بہت معلومات رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ حنفی تھے مگر مولوی علی محمد صاحب نے ان کو حنبلی لکھا ہے۔ جس کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ وہ حنفی تھے یا حنبلی۔ اسے ان کے مبارک کلام کی تہہ تک پہنچنے کی توفیق کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ معترض صاحب نے رشید احمد گنگوہی کے فتوی کی بنا پر آنکھیں بند کر کے لکھ مارا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی بھی محفل میلاد کے مخالف تھے۔ حالانکہ حضرت امام ربانی قدسنا اللہ باسرارہ محفل میلاد کے جواز یا عدم جواز شرعی کی توضیح نہیں فرما رہے بلکہ اپنی طریقت کے تحت ہدایت فرما رہے ہیں کہ ہماری طریقت میں، اشعار خوانی، سرود وغیرہ جو محفل میلاد میں کیا جائے۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔

معترض کو کیا خبر نہیں کہ شریعت کی رو سے ذکر بالجہر اور ذکر بالاخفاء دونوں طرح جائز ہے۔ لیکن از روئے طریقت سلسلہ نقشبندیہ میں عموماً ذکر بالجہر کی اجازت نہیں دی جاتی۔ تو کیا مولوی علی محمد صاحب یہ بھی لکھ مارے گا کہ امام ربانی، ذکر اللہ کے مخالف ہیں؟

محفل میلاد اور علامہ ابن الحاج

حسب عادت مولوی علی محمد صاحب نے کتاب ''المدخل'' دیکھے بغیر فتاوی رشیدیہ سے ایک فتوی کی عبارت چرا کر لکھا ہے۔ ''علامہ ابن امیر الحاج مالکی نے مکمل صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس (محفل میلاد) کی تردید کی ہے۔ (صفحہ 9)

جواب: علامہ ابن الحاج مالکی علیہ الرحمۃ کے دور میں کچھ نالائق آدمیوں نے محفل میلاد میں کچھ ناجائز کام کرنے شروع کر دیئے تھے۔ جس کی وجہ سے ایسی محفل کو علامہ ابن امیر الحاج نے بدعت قرار دیا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے ان ناجائز کاموں کی تردید کی تھی۔ نہ کہ محفل میلاد کی۔ اور حق یہی ہے کہ ناجائز کاموں کو ناجائز قرار دیا جائے دنیا کا کوئی عالم کیونکر ممنوع و غیر شرعی کاموں کو جائز قرار دے سکتا ہے؟ علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک بھی تمام علمائے اسلام کی طرح ایسی محفل میلاد جو ممنوع وغیر شرعی امور سے پاک ہو جائز و مستحسن ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی محدث و مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن الحاج کی کتاب ''المدخل'' میں لکھے ہوئے اعتراض کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حاصل ما ذکرہ انہ لم یذم المولد بل ذم مایحتوی علیہ من المحرمات والمنکرات واول کلامہ صریح فی انہ ینبغی ان یخص ھذا الشھر بزیادۃ فعل البر و کثرت الخیرات والصدقات وغیر ذالک من وجوہ القربات وھذا ھو عمل المولد الذی استحسناہ فانہ لیس فیہ شیء سوی قراۃ القران واطعام الطعام وذالک خیر و برو قربۃ

(الحاوی للفتاوی، صفحہ 195، جلد اول)

''یعنی امیر ابن الحاج کے قول کا حاصل مقصد یہ ہے کہ انہوں نے محفل میلاد کی مذمت نہیں کی ہے بلکہ ان محرمات اور منکرات کی مذمت کی (جو اس زمانہ میں) محفل میلاد میں کیے جاتے تھے ابن الحاج کا پہلا قول اس کی صراحت کرتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ اس مہینے کو نیکی کے کاموں میں زیادتی۔ اور خیرات وصداقت بکثرت کرنے اور اسی طرح کے حصول قرب کے دیگر کاموں اور عبادات کے لئے خاص کر دیا جائے میلاد کی وہ قسم جسے ہم نے مستحسن قرار دیا ہے۔ اس میں تلاوت قرآن اور کھانا کھلانے کے سواء اور کوئی ناجائز کام نہیں ہوتا اور یہ خیر و برکت وعبادت ہے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ بھی علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ کے مندرجہ بالا قول کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں:

قال السیوطی وھو مقتضیٰ کلام ابن الحاج فی مدخلہ فانہ انما ذم ما احتویٰ علیہ من المحرمات مع تصریحہ قبل بانہ ینبغی تخصیص ھذا الشھر بزیادۃ فعل البر و کثرۃ الصدقات

والخیرات وغیر ذالک من وجوه القربات وهذا هو عمل المولد المستحسن (الزرقانی علی المواهب صفحہ 139، جلد اول)

''علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن الحاج کے قول کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''مدخل'' میں صرف اس محفل میلاد کو برا کہا ہے۔ جس میں حرام اور ناجائز کام ہوں۔ ورنہ اس سے پہلے وہ کہہ چکے ہیں کہ اس مہینہ کو بکثرت خیرات وصدقات اعمال نیک اور قسم قسم کی عبادات کے لئے مخصوص کر رکھنا چاہیے اور ایسی محفل میلاد منعقد کرنا اچھا عمل ہے''۔

علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی کی اس وضاحت کے باوجود یہ کہنا کہ علامہ ابن الحاج نے محفل میلاد کی مخالفت کی ہے۔ حق وصداقت کا منہ چرانا ہے۔

واضح رہے کہ کوئی بھی عالم دین انعقاد محفل میلاد کو ناجائز قرار نہیں دیتا ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے نزدیک باعث خیر و برکت و بلندی درجات اور خوشنودی اللہ و رسول کا ذریعہ ہے۔

انوکھا استدلال اور عجیب اعتراض

قرآن وحدیث کے نام سے قرآن وحدیث کی مخالفت کرتے ہوئے۔ لکھتا ہے۔ کوئی بھی عمل یا ذکر جب بھی کیا جائے تو اس کے لئے دیکھنا چاہیے کہ اس کے لئے قرآن اور حدیث کا واضح حکم ہے یا نہیں؟ محفل میلاد بھی اعمال واذکار میں شامل ہے اس کے منانے کے لئے بھی اسی قاعدے کے مطابق قرآن وحدیث سے واضح حکم دیکھنا چاہیے، حکم ہوگا تو محفل میلاد منانا جائز سمجھا جائے گا اور اگر حکم نہ ہوگا تو ناجائز کہا جائے گا۔ کیونکہ حکم نہ ہونے کی صورت میں محفل میلاد منانا گویا اپنی طرف سے دین میں کمی بیشی کرنے کے برابر ہے جس کا کسی کو بھی حق نہیں ہے۔ اس من گھڑت قاعدہ کے تحت محفل میلاد کو ناجائز اور حرام سمجھتے ہوئے۔

اعتراض نمبر 5: کرتے ہوئے لکھتا ہے ''اذکار اور اعمال توقیفی ہوتے ہیں ہم کو اپنی طرف

سے ان میں کمی بیشی کرنے کا حق نہیں ہے۔ (صفحہ 10)

جواب: افسوس مولوی صاحب اگر اصول کے ابتدائی کتاب اصول شاشی اور نور الانوار وغیرہ پڑھا ہوا ہوتا تو یہ من گھڑت قاعدہ گھڑ کر یوں اعتراض نہ کرتا۔ اس لئے کہ اس کا یہ اعتراض بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ اس کا یہ نظریہ ہی غلط ہے کہ ہر کام کے لئے حکم دیکھنا چاہیے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے اور اس کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ اذکار و اعمال توقیفی ہوتے ہیں۔ کیونکہ مطلق اعمال و اذکار توقیفی نہیں ہیں۔ اذکار و اعمال کو کتب عقائد و اصول میں بہت سی اقسام پر تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش ہے نہ ضرورت۔ یہاں میں صرف مولوی صاحب کے جھوٹ اور فریب پر مبنی دعویٰ کی تردید کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت میں۔ حرام اشیاء و امور کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (انعام:119)

''جو تم پر حرام کیا گیا اس کا بیان تفصیل کے ساتھ کر دیا گیا ہے''۔

اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت منه فهو مما عفا عنه

(ترمذی، صفحہ 206، جلد اول، مشکوٰۃ باب آداب الطعام، فصل دوم)

''حلال وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف''۔

شامی جلد اول کتاب الطہارۃ بحث تعریف السنۃ میں ہے:

المختار ان الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية (صفحہ 221)

''ہر چیز میں اصل یہی ہے کہ وہ مباح ہے'' جمہور حنفیہ اور شافعیہ کا یہ مسلک ہے۔

علامہ محب اللہ بہاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ان اصل الافعال الاباحۃ کما ھو مختار اکثر الحنفیۃ

(مسلم الثبوت، صفحہ 27)

''تحقیق، افعال میں اصل اباحت ہے''۔

قرآن مجید، حدیث شریف اور کتب معتبرہ فقہ سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ شریعت میں جن کاموں کے بارے میں حلال وحرام اور جائز وناجائز ہونے کی وضاحت وتصریح نہیں وہ مباح ہیں ان کے لئے قرآن وحدیث سے واضح حکم دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے معترض صاحب کا اس طرح کہنا مداخلت فی الدین ہے کہ قرآن وحدیث کے احکام کو اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی حرکت کر رہا ہے۔

علمائے دیوبند کے اقوال سے اعتراض کی تردید

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے سورۃ مائدہ کی آیت 101 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ان آیات میں تنبیہ فرمادی کہ جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں، ان کے متعلق فضول اور دوراز کار سوالات مت کیا کرو۔ جس طرح تحلیل وتحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت وبصیرت ہے۔ اس کا سکوت بھی ذریعۂ رحمت وسہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت وعدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہوگئی۔ اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا۔ عمل کرنے والے اس کے فعل وترک میں آزاد رہے'' اور اس آیۃ کے حاشیہ میں عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔ ''چنانچہ اسی سے بعض علماء اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اسی طرح دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے۔ اصول شرعیہ میں سے اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو نہ منہی عنہ، یعنی نصوص شرعیہ میں نہ ان کے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اس کے کرنے کی ممانعت ایسا امر مباح ہوتا ہے'' (طریقہ مولود، صفحہ 12)

یہ مسلمہ قاعدہ بیان کر کے میلاد شریف کے متعلق لکھا ہے ''عمل مولود شریف بہ حیثیت و قیود مخصوصہ ظاہر ہے کہ نہ کسی دلیل شرعیہ سے مامور بہ ہے اور نہ کسی دلیل شرعی سے ممنوع۔ تو فی ذاتہ مباح ٹھہرا۔ (طریقہ مولود، مصنفہ، اشرف علی تھانوی، صفحہ 13)

اکابرین علماء دیو بند کے اقوال سے بھی معترض صاحب کے جھوٹ کی تصدیق ہوگئی۔

آخری حربہ اور بے سروپا اعتراض

لکھتا ہے کہ۔ ایک یمنی شخص حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا جس نے سلام میں ''وبرکاتہ'' کے بعد ایک کلمہ بڑھایا تو اس کو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ سلام ''وبرکاتہ'' کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی اس ''وبرکاتہ'' کے بعد کوئی لفظ بڑھانا نہیں چاہیے (صفحہ 11)

قارئین حضرات! مؤطا امام محمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

قال ابن عباس۔ ان السلام انتھی الی البرکۃ

(موطا امام محمد، صفحہ 383)

''حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ سلام، برکاتہ پر مکمل ہوتا ہے''۔

اب معترض صاحب بتائے کہ اس نے روایت کا ترجمہ لکھتے ہوئے (وبرکاتہ کے بعد کوئی لفظ بڑھانا نہیں چاہیے) روایت کے کس حرف یا جملے کا ترجمہ لکھا ہے؟ کیونکہ معترض والے ترجمہ کے اس اضافہ سے۔ وبرکاتہ کے بعد کوئی لفظ بڑھانا ممنوع قرار پاتا ہے۔ اس سے کوئی پوچھے کہ تم کو یہ اختیار کہاں سے اور کیونکر حاصل ہوا کہ حدیث کے ترجمہ میں مداخلت بے جا کر کے ممانعت کا مفہوم پیدا کر دیا؟ جب کہ یہ ممانعت کا مفہوم۔ اس مرفوع حدیث سے متصادم ہے۔ جو ابوداؤد شریف میں مروی ہے۔ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اس نے سلام عرض کرتے ہوئے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ اس پر حضور نے فرمایا: فقال اربعون۔ قال ھکذا تکون الفضائل (ابوداؤد شریف، صفحہ 704، جلد دوم) اس شخص کو چالیس نیکیاں ملیں گی (یعنی دس نیکیاں۔ السلام علیکم کہنے

کی، دس نیکیاں ورحمۃ اللہ کہنے کی۔ دس نیکیاں وبرکاتہٗ کہنے کی اور دس نیکیاں ومغفرتہٗ کہنے کی) فرمایا کہ اسی طرح لفظ بڑھاتے جانے سے ثواب بڑھتا جائے گا"۔ رسول اللہ ﷺ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد الفاظ بڑھانے پر اجر وثواب بڑھنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ اور یہ صاحب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں تحریف کر کے وبرکاتہ کے بعد کوئی لفظ بڑھانے کی ممانعت کا مفہوم بنا رہا ہے۔ ایسے شخص کو جو دیدہ دلیری کے ساتھ خود حرام وشنیع حرکت (تحریف حدیث) کا مرتکب ہے۔ اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ میلاد مبارک کو ناجائز اور بدعت سیۂ کہے؟

بفضلہٖ تعالیٰ ثم بفضل رسولہ الاعلیٰ ﷺ، معترض صاحب کے انعقاد محفل میلاد کے خلاف اعتراض کے مدلل، مفصل، مسکت جوابات مکمل ہوئے۔

فالحمد لله علی ذالک والصلوٰة والسلام علیٰ حبیبه سیدنا محمد و آله و اصحابه و علماء امته اجمعین آمین

مولای صل وسلم دائما ابدا۔ علی حبیبک خیر الخلق کلهم

اعتراض نمبر 6: مولوی علی محمد صاحب نے فقیر کی تقریر پر مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "شر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ تمام فیض محبوب مدینے والے کا ہے...... آگے کہتا ہے کہ کوئی فلاں ہوگا۔ کوئی فلاں ہوگا۔ کوئی محبوب سبحانی لا مکانی عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ہوگا۔ صفحہ 11۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے یہ الزام تراشا ہے۔ "شر صاحب نے تو حضرت عبدالقادر جیلانی کو لا مکانی کہہ کر۔ اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے...... سیدنا عبدالقادر جیلانی کو "لا مکانی" کہنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟...... یہ لا مکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

جواب: سادات مسجد لاڑکانہ والی تقریر کی کیسٹ بحمد اللہ ہمارے پاس موجود ہے۔ جس میں مندرجہ بالا الفاظ بالکل نہیں ہیں۔ معترض صاحب کو جھوٹ بولنے میں کمال حاصل ہے۔ میں نے اپنی تقریر میں حضرت پیران پیر علیہ الرحمۃ کے القاب اس طرح بیان کیے

ہیں۔محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی۔کوئی بھی شخص یہ کیسٹ سن کر تسلی کر سکتا ہے۔مولوی صاحب نے مخالفت برائے مخالفت کے جوش میں محض الزام تراشی کے لئے۔ لفظ ''شہباز'' کو حذف کر کے سفلہ پن کا مظاہرہ کیا۔اور یہ نہ سوچا کہ:

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

اعتراض کا پوسٹ مارٹم

معترض نے فقیر کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ ''لامکانی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے'' اس کا یہ دعویٰ ہی اس کے بے علم ہونے کی بین دلیل ہے۔اس لئے کہ لامکانی اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔روح مخلوق اور لامکانی ہے۔علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 465 ہجری اپنی تفسیر ''لطائف الاشارات'' میں لکھتے ہیں:

وفی الجملة الروح مخلوقة والحق اجری العادة بان یخلق الحیاۃ العبد مادام الروح فی جسده (صفحہ 39، جلد رابع)

''یعنی مقصد یہ ہے کہ روح مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا قانون یہ ہے کہ جب تک بندہ کے جسم میں روح ہے وہ حیات رہتا ہے۔ثابت ہوا کہ روح مخلوق ہے۔خالق نہیں ہے''۔

اب روح کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسراہ العزیز کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عالم ارواح ماورائے عالم جهات و ابعاد است چه روح لا مکانی است درمکان نمی گنجد و روح را درماورائے عرش اثبات نموده، ترا دروهم نیندازد که روح از تو بعید است و مسافت دور دراز درمیان تو وروح است. نه چنین است، روح را نسبت باجمیع امکنه باوجود لا مکانیت برابراست

ماورائے عرش گفتن معنی دیگر دارد تا بآنجانرسی نتوانی دریافت (مکتوبات شریف، صفحہ 49، حصہ پنجم)

''عالم ارواح، عالم تو جہات اور فاصلوں سے ماوراء ہے اس لئے کہ روح لامکانی ہے جو کہ مکان میں نہیں سماتی اور روح کا ماورائے عرش ثابت کرنا کہیں تجھ کو اس وہم میں نہ ڈالے کہ روح تجھ سے دور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان دور دراز کی مسافت ہے۔ اس طرح نہیں ہے بلکہ روح کو لامکانی ہونے کے باوجود سب مکانات کے ساتھ یکساں نسبت ہے۔ روح کو ماوراء عرش کہنا دوسرے معنی رکھتا ہے جب تک تو وہاں نہ پہنچے گا سمجھ نہ سکے گا''۔

نیز ذرا آگے فرماتے ہیں:

چون روح لامکانی است و بصورت بے چونی و بے چگونگی مخلوق است لاجرم محل اشتباہ مے گردد۔ (مکتوبات شریف، صفحہ 29، حصہ پنجم مکتوب نمبر 275)

''جب کہ روح لامکانی ہے اور بصورت بے چونی و بے چگونی مخلوق ہے تو ضرور محل اشتباہ بنتی ہے''۔

ثابت ہوا کہ روح مخلوق ہونے کے باوجود لامکانی ہے۔ لیکن مولوی صاحب غیراللہ کو لامکانی کہنا۔ کفر قرار دیتا ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی ست!

بقول معترض صاحب (معاذ اللہ) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز کافر ٹھہرے؟ ہرگز نہیں۔

مزید برآں یہ بھی دیکھیے کہ معترض کے پیرومرشد تاج محمود امروٹی نے اپنے مرشد جنید وقت، حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بانی بھرچونڈی شریف کے ملفوظات جمع کیے تھے، ان میں لکھا ہوا ہے کہ ایک دفعہ قبلۂ عالم حضرت حافظ صاحب نے فرمایا: جو درویش

عالم چہارم کی حقیقت سے بے خبر ہے اور اسے نہیں جانتا وہ سرے سے درویش ہے ہی نہیں۔ وہ غلط طور پر اپنے آپ کو درویش کہلا رہا ہے اور نہ ہی اسے خرقہ پہننے کا حق حاصل ہے۔ نیز ذرا آگے فرماتے ہیں: سالک عالم ملکوت سے گزر کر عالم روح میں پہنچتا ہے اور اس کے خصائص حمیدہ کو طے کر لینے کے بعد، سالک عالم چہارم میں پہنچ جاتا ہے۔ اسے عالم لاہوت کہتے ہیں اور عالم لاہوت بے نشان ہے جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اپنے آپ سے بھی آزاد ہو جاتا ہے اسے لامکان کہتے ہیں۔ (ملفوظات شریف جام عرفان، صفحہ 100)

اس سے واضح ہوا کہ سالک سلوک کی منزلیں طے کر کے ''لامکان'' میں جا پہنچتا ہے۔ معترض صاحب بتائے کہ آیا اس کے دادا مرشد حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غیر اللہ یعنی سالک کو ''لامکانی'' کہہ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے؟ نیز پاک و ہند میں وہابیت کے بانی مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔ ''ان انوار میں سے ہر ایک کو اپنی قوت خیالیہ سے اس قدر وسیع کرے کہ تمام جہاں کا احاطہ کر کے قید مکان سے فضائے ''لامکان'' کی طرف تجاوز کرنے'' (صراط مستقیم صفحہ 125)

تھوڑا آگے چل کر لکھتا ہے۔ ''دوسرا دائرہ ولایت قلبی کا ہے جس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس دائرے میں اقربیت کا مراقبہ کرنا ہوتا ہے اور اس دائرے میں دل کے نیچے کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے اور تمام دل آفتاب کی مانند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی چاروں طرفوں اور اس کی ہر جگہ سے نور چمکتے ہیں اور جو انوار اس کی ہر جہت سے پیدا ہوتے ہیں دائرہ اول کی مانند موجودات ممکنہ سے تجاوز کر کے لامکان کی حد تک پہنچ کر غیر متناہی ہو جاتے ہیں۔ (صراط مستقیم، صفحہ 138)

اس خدشہ کے پیش نظر کہ معترض صاحب اپنے مرض وہابیت کی وجہ سے شاید حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے ارشاد مبارک کو تسلیم نہ کرے۔

امروٹی صاحب اور امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کے حوالوں سے اس کی تردید ضروری سمجھی گئی۔ جو اس نے فقیر کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے کی کہ ''شر صاحب نے تو حضرت

عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو لا مکانی کہہ کر اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے سیدنا عبد القادر جیلانی کو لا مکانی کہنا کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ لا مکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے''۔ حالانکہ میں نے غوث الاعظم کو لا مکانی نہیں کہا تھا بلکہ شہباز لا مکانی کہا تھا۔

بحمدہ تعالیٰ مندرجہ بالا حوالہ جات سے مولوی علی محمد کی یہ بات بھی غلط ثابت ہوگئی کہ۔ یہ لا مکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اور اس کی یہ غلط بیانی اور بددیانتی بھی ظاہر ہوگئی کہ شر صاحب نے تو حضرت عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو لا مکانی کہہ کر اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے۔

لا مکاں لہٗ اور لا مکانی میں فرق

تمام کتب عقائد میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں یوں لکھا ہے:

لا یتمکن فی مکان و لا یجری علیه زمان

اللہ تعالیٰ کسی بھی مکان میں متمکن نہیں ہے نہ وہ زمانہ کے تغیر سے متغیر ہوتا ہے۔ یعنی اس کے لئے ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہے۔ اس کی تشریح اور توضیح میں شارحین نے لکھا ہے ''ای لا مکان لہٗ'' اللہ تعالیٰ کے لئے مکان نہیں ہے۔ مگر کسی بھی عالم نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں صفت ''لا مکانی'' شمار نہیں کی۔ اس لئے کہ وصف ''لا مکان لہٗ'' اور ''لا مکانی'' ہونے میں زمین و آسمان جتنا فرق ہے۔

''لا مکان لہٗ'' اور لا مکانی'' میں تعینات کی نفی ہے اور تعینات کی نفی کے اس فرق کو ایسا کوڑھ مغز کیونکر سمجھ سکتا ہے جسے ''ارشاد الصرف'' اور ''نحو میر'' پڑھانے کی قابلیت بھی حاصل نہ ہو؟ اسی فرق کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ''لا مکانی'' کہہ کر دراصل مخصوص تعینات کی نفی سے اللہ تعالیٰ کو عالم میں نہ داخل سمجھتا ہے نہ خارج۔ یہ عقیدہ لادینی اور الحاد پر مبنی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو منزہ او رمبرا سمجھنا ضروری ہے۔

لقب شہباز لامکانی کا مطلب

شہباز لامکانی، حضور غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کا لقب ہے۔ جس کے معنے ہیں بڑا باز۔ یہ سب پرندوں سے زیادہ طاقتور اور پرواز میں تیز اور بلند ہے۔ حضور پرنور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز بھی خداداد مقام ولایت وقوت تصرف میں دوسرے اولیاء سے برتر وقوی تر ہیں اور آپ کی روحانیت موجودات ممکنہ کے قید سے گزر کر مقام روح کے لامکانی حدود میں محو پرواز ہے چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

انا البازی اشہب کل شیخ فمن ذا فی الرجال اعطی مثالی

''جس طرح باز اشہب (سیاہ وسفید پروں والا باز) تمام پرندوں پر غالب ہے اسی طرح میں تمام مشائخ پر روحانی پرواز میں غالب ہوں۔ بتاؤ مردان خدا میں سے کون ہے، جس کو میرے جیسا مرتبہ عطا کیا گیا؟''۔

پس حضور غوث اعظم قدس سرہ کو شہباز لامکانی کہنے کا مطلب بھی یہی ہے حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کا یہ ارشاد کہ روح مخلوق ہے۔ لامکانی ہے، نقل کیا جا چکا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ معترض کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ''لامکانی صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے'' اور اس کا یہ لکھنا کہ شرصاحب نے تو حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو ''لامکانی'' کہہ کر اللہ تعالیٰ بنا دیا ہے یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ قطعاً باطل اور غلط ہے اور جھوٹا بہتان بھی کہ میں نے اپنی تقریر میں سیدنا غوث اعظم کو ''لامکانی'' نہیں کہا۔ ''شہباز لامکانی'' کہا تھا۔

معترض کے مزید اعتراضات

موضوع سے ہٹ کر لکھتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسی باتیں کرتے ہیں جو قرآن کے خلاف ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آپ ''نور من نور اللہ'' ہیں۔ اور آپ رزق

تقسیم کرتے ہیں، اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام یا حرام کردہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں''۔(صفحہ 13)

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ مولوی علی محمد صاحب کو حق کی مخالفت اور شان رسالت میں تنقیص وتوہین کی پاداش میں علم وفہم قرآن وحدیث سے محروم کر دیا گیا ہے کہ خود قرآن و حدیث کے ارشادات کا انکار کرتا ہے اور الزام مسلمانوں پر لگاتا ہے کہ (۱) وہ رسول اللہ ﷺ کو نور من نور اللہ مان کر (۲) رزق کا تقسیم کرنے والا جان کر اور (۳) اشیاء کو حلال و حرام کرنے والا کہہ کر قرآن کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تینوں امور قرآن وحدیث سے بالبداہت ثابت ہیں۔ مگر کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام یا حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتے ہیں! یہ بات خلاف واقعہ اور جھوٹی ہے۔

قرآن وحدیث کا منکر ومخالف خود معترض ہے

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ (مائدہ)

تفسیر جلالین: قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ ھو النبی ﷺ وکتاب قرآن مبین تفسیر روح البیان، جلد نمبر 2، صفحہ 329 طبع بیروت۔ تفسیر ابن جریر، جلد 4، صفحہ 160، طبع بیروت۔ تفسیر مظہری جلد 3، صفحہ 68۔ تفسیر موضح القرآن، صفحہ 102 میں یہی مضمون ہے۔ نیز تفسیر وحیدی۔ از وحید الزمان غیر مقلد میں ہے۔

قیل المراد بالاول ھو الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن

یعنی پہلے لفظ نور سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور تفسیر ثنائی۔ ثناء اللہ غیر مقلد میں بھی اسی طرح رقم ہے'' ثابت ہوا کہ اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کو نور کہا گیا ہے۔

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، فرمایئے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے کیا بنایا؟ فرمایا: یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ (الحدیث) اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کو روایت فرمایا اور حضرت امام قسطلانی شارح بخاری نے مواہب اللدنیہ میں اور امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب اور علامہ دیار بکری نے خمیس اور شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اس حدیث سے استناد فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے علماء کرام و محدثین نے اس کو اپنی تصنیفات میں نقل فرمایا نیز معترض کے ممدوح اشرف علی تھانوی نے بھی اس حدیث کو ''نشر الطیب'' میں لکھا ہے۔ اور اس سے سند پکڑی ہے تو بے شک اور بلاشبہ اس حدیث میں خود سرکار دو عالم ﷺ نے خود کو من نورہ فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ آپ نور من نور اللہ ہیں۔ یعنی حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور کے فیض سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ من تبعیضی نہیں بلکہ شرافت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے نفخت فیہ من روحی یا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے روح منہ وارد ہوا ہے۔ فقیر کی اس بحث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو نور من نور اللہ کہنے والے ماننے والے قرآن و حدیث کو تسلیم کرنے والے ہیں۔ سچے مومن ہیں۔ معترض صاحب ہمیں بتایئے کہ وہ اپنے ہم مسلک نجدی وہابیوں کے لئے کیا فتویٰ دیتا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کو نور کہنا قرآن مجید کے خلاف ہے تو کیا کانگریسی مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی کو نور من نور اللہ کہنا قرآن کے مطابق ہے؟ لکھتے ہیں:

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور تھے۔

(خدام الدین، 24، مئی 1962، صفحہ 10)

خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے لئے لکھتے ہیں:

مولانا خلیل احمد صاحب تو نور ہی نور ہیں ان میں نور کے سوا کچھ نہیں۔
(خدام الدین 24 محرم، 1403 مطابق 12 نومبر 1982، صفحہ 8)

محمود الحسن دیوبندی کے لئے لکھتے ہیں:
شیخ الہند مولانا محمود الحسن ایک نور تھے (شیخ الاسلام نمبر مطبوعہ دیوبند، صفحہ 20، جلد 1)

معترض صاحب سے کوئی پوچھے، احمد علی لاہوری، خلیل احمد انبیٹھوی اور محمود الحسن دیوبندی کو نور من نور اللہ کہنا، خالص نور، نور ہی نور ماننا قرآن مجید کے مطابق اور سچ ہے؟

گر از من نہ ترسی، بترس از خدائے

مولوی علی محمد صاحب نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ رزق تقسیم کرتے ہیں، قرآن کے خلاف ہیں۔

جواب: فقیر عبد الرحیم سکندری اس بات سے حیران ہے کہ تعلیمات قرآن وحدیث سے اس قدر بے خبر شخص کو فارغ التحصیل ہونے کی سند کیونکر مل گئی اور دستار فضیلت کس نے باندھ دی؟

عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل!!!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (توبہ: 74)

"اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غنی کرنے اور فضل کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی اور اپنے رسول کی طرف بھی، معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ غنی کرتے ہیں اور فضل فرماتے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ (توبہ)

''اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بھی ہمیں اللہ کی طرف رغبت ہے''۔

اس آیت میں بھی فضل وعطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی فرمائی گئی ہے مگر منکر معترض اور دیگر بد بخت نجدی وہابی حضور ﷺ کے فضل وعطا پر عقیدہ نہیں رکھتے اور راضی نہیں ہوتے ان کو چاہیے کہ اپنی قرآن فہمی کا ماتم کریں۔ مسلمانوں کو مشرک نہ ٹھہرائیں۔ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں:

وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض

(صحیح بخاری، جلد اول صفحہ 508 اور صحیح مسلم جلد دوم صفحہ 250)

''اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئیں'' نیز فرمایا۔ فانی انا ابو القاسم اقسم بینکم (صحیح مسلم جلد دوم، صفحہ 206)

پس بلاشبہ میں ابوالقاسم ہوں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں، و نیز فرمایا:

ما اعطیکم ولا امنعکم انما انا قاسم اضع حیث امرت

(صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ 439)

میں نہ ذاتی طور پر تمہیں کچھ عطا فرماتا ہوں اور نہ ذاتی طور پر تم سے کچھ روکتا ہوں میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہاں دیتا ہوں جدھر حکم ہوتا ہے ارشادات سرکار دو عالم ﷺ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے یہ عطائے الٰہی حضور ﷺ کے پاس ہیں۔ حضور کے قبضہ وتصرف میں ہیں۔ تمام مخلوقات کو رزق نعمتیں مل رہی ہیں۔ باذن الٰہی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے تقسیم ہو کر مل رہی ہیں۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

معترض بتائے کہ وہ خود قرآن وحدیث کے واضح ارشادات کو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جھٹلاتا ہے۔ اللہ ورسول کے کلام برحق کو رد کرتا ہے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات پر ایمان

رکھنے والے، اللہ ورسول کے کلام برحق کو برحق سمجھنے والے مسلمانوں کو قرآن کے مخالف بتاتا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ ورنہ کوئی صاحب ایمان یہ جسارت نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں پر بہتان

لکھتا ہے: کچھ لوگ (یعنی مسلمانان اہل سنت وجماعت) حضرت ﷺ کے حق میں کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام یا حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتے ہیں۔ مسلمانان اہل سنت پر معترض کا یہ ہذیانی بہتان ہے۔

کوئی مسلمان یہ تصور تک نہیں کرسکتا کہ حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام یا حرام کردہ اشیاء کو حلال کرتے ہیں۔ ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر یقین کامل رکھتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (اعراف)

’’وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا، وہی بامراد ہوئے‘‘۔

تاہم اگر مولوی صاحب کے پاس اس کے اس بہتان کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود ہے تو

پیش کرے، ورنہ اپنے جھوٹ اور بہتان طرازی کا اقرار وتوبہ نامہ شائع کر کے اپنی شرافت کا ثبوت دے۔

الزام تراشی

علماء اہل سنت و جماعت کو "جٹ" یعنی بے وقوف کہہ کر یوں الزام تراشی کرتا ہے: بعضے ان جاٹوں میں سے بزرگوں کی تعریف کرتے ہوئے ان کو حد سے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں "شہنشاہ بھٹائی" وغیرہ...... شہنشاہ اللہ کے سوا کسی اور کو کہنا قرآن کے خلاف ہے اور پھر کوئی "مست قلندر" کے نعرے لگواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔ کہو" قادر قلندر مست" ان کو عالم کہلاتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ صفحہ **14**۔ علماء اہل سنت و جماعت کو "جٹ" یعنی بے وقوف قرار دینے والا علم وفہم سے کورا ہے قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم کو سمجھتا خود نہیں مگر جٹ بے وقوف دوسروں کو ٹھہراتا ہے۔ اس کے علاوہ علماء اہل سنت پر من گھڑت جعلی الزامات گھڑ کر ان کو بے شرم ہونے کا طعنہ بھی دیتا ہے فقیر اس کی جاہلانہ وفریب کارانہ الزام تراشی کی تردید میں بالاختصار مسئلہ کی صحیح صورت واضح کر دیتا ہے تا کہ مسلمان مسئلہ کو سمجھ لیں۔

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ ایک لفظ، جب مختلف ذوات (ہستیوں) کے لئے استعمال ہو تو ضروری نہیں کہ ہر جگہ اس کا معنی ایک ہی ہو، بلکہ بعض دفعہ "محل" بدلنے سے معنی میں بھی فرق آجاتا ہے او ایک ہی لفظ کے معنی نسبت بدل جانے سے بدل جاتے ہیں اس کے علاوہ صفات ذاتی وعطائی کے لحاظ سے بھی معنے واحکام بدل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی واجب قدیم غیر مخلوق مستقل ہیں۔ مخلوق کی صفات عطائی غیر واجب، ممکن حادث مخلوق غیر مستقل ہیں۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اسے غیر کے لئے بعطائے الٰہی ماننا کبھی شرک نہیں ہو سکتا۔ عطائی کا لفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات ذاتی ہیں کسی کی عطا سے نہیں۔

مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہاں "رب" سے مراد "اللہ تعالیٰ" ہے۔ قال رب

السجن احب الی مما یدعوننی الیہ (پارہ 12، ع14) یوسف علیہ السلام نے عرض کی۔ اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے۔ اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں یہاں بھی ''رب'' سے مراد ''اللہ'' ہے۔

مگر نیچے والی آیت میں ''رب'' سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں۔ یوسف علیہ السلام کے قصے میں ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ (یوسف: 23)

''یوسف نے زلیخا سے کہا اللہ کی پناہ وہ تو میرا رب (یعنی پرورش کرنے والا) ہے۔ اس نے (عزیز مصر نے) مجھے اچھی طرح رکھا''۔

یہاں رب سے مراد پرورش کنندہ عزیز مصر ہے۔

اسی طرح ''عبد'' کی حقیقی معنے عبادت کرنے والا ہے مگر عبد کی نسبت جب مجازاً غیر اللہ کی طرف کی جائے تو بمعنے غلام، محکوم، خادم ہوگا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا:

اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الشعراء)

''کہ تو نے غلام بنائے رکھے ہیں بنی اسرائیل''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے ہے:

مَلِكِ النَّاسِ (الناس)

''سب لوگوں کا بادشاہ''۔

اور انسانوں کے لئے ہے۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا (النمل: 34)

''بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔ اسے تباہ کر دیتے ہیں''۔

ثابت ہوا ملک (بادشاہ) کی نسبت حقیقی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور ملک (بادشاہ) کی نسبت غیر اللہ (انسان) کے لئے مجازی ہے اسی طرح جب لفظ شہنشاہ حقیقی معنے میں مستعمل ہوگا تو معنے ہوگا۔ یا اَحْكَمَ الْحٰكِمِيْنَ، وہ اللہ تعالیٰ ہے اور لفظ شہنشاہ غیر اللہ

(انسانوں) کے لئے بمعنے سلطان عظیم السلطنت مجازی ہے کہ ملک الملوک اور شہنشاہ ہم معنے ہیں۔ مخلوق کے لئے مجازاً ملک الملوک یعنی شہنشاہ کہہ سکتے ہیں۔ کوڑھ مغز کے کہنے کے مطابق، قرآن کے خلاف نہیں اور نہ ہی شرک ہے بلکہ ایسا کہنے والا مخالف قرآن وحدیث ہے کیونکہ عرف اور محاورہ میں لفظ شہنشاہ صدہا سال سے محققین علماء کرام اور بادشاہوں کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ ثبوت دیکھو۔ علامہ امام اجل علاء الدین ابو العلا لیثی ناصحی رحمہ اللہ کا لقب: ''شاہان شہ'' ملک الملوک تھا۔ متاخرین علماء کرام نے ان کے فتاوے نقل کرتے ہوئے۔ ان کو شاہان شہ، ملک الملوک کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔

(۱) علامہ امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید کرمانی فرماتے ہیں:

(الف) قال الامام القاضی ملک الملوک ابو العلا الناصحی الخ (جواہر الفتاوی کتاب الاجارۃ باب سادس)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

(ب) قال القاضی الامام ملک الملوک ابو العلا الناصحی الخ (کتاب القضا)

(۲) علامہ خیر الدین رملی فتاویٰ نوازل سے نقل فرماتے لکھتے ہیں:

(ج) قال سئل ملک الملوک ابو العلا فیما سئل اجر دارًا (فتاویٰ خیریہ)

اس کے علاوہ دیگر مستند علماء کے حوالے بھی پیش کیے جاسکتے ہیں جنہوں نے شہنشاہ اور ملک الملوک کے القاب علماء، بادشاہ اور درویشوں کے لئے استعمال کیے ہیں۔ طوالت سے بچنے کی خاطر اس پر اکتفا کی جاتی ہے۔

رہا معاملہ۔ قادر قلندر مست، کے نعرے لگانے لگوانے والوں کا تو چونکہ وہ جہال بھی معترض کی برادری سے اسی کے ہم جنس ہیں۔ لہٰذا وہ جانیں اور معترض صاحب جانے۔ ایسے لوگوں سے علماء اہل سنت وجماعت کا کیا واسطہ؟

اعتراض نمبر 7: فقیر کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے شر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے اس آیت یا ایھا النبی انا ارسلناک کا ترجمہ کیا ہے۔ ''اے غیب کی خبریں بتانے والے'' کیا کہا جائے علم ہو تو کہا جائے اندھوں کے آگے رونا آنکھوں کا زیاں ہے۔ اب آؤ کہ تفسیر اور لغت کے کتاب دیکھیں ان کے موجب شر صاحب صرف لافیں مارتا ہے۔اس کا کیا ہوا ترجمہ غلط ہے۔(صفحہ 14)

جواب: دوران تقریر میں نے کہا تھا کہ ''وہابیوں نے قرآن مجید کے ترجمے غلط لکھے ہیں۔مثلاً انہوں نے ''یا ایھا النبی'' کے معنے لکھے ہیں ''اے نبی'' یہ کوئی معنے تو نہ ہوئے کہ ''یا'' کا معنی ''اے'' لکھ دیا۔مگر ''نبی'' کے معنی ''نبی'' ہی لکھ دیئے، یہ معنے تو نہ ہوئے۔یہ اس لئے کہ اگر وہ ''نبی'' کے اصل معنے لکھتے ہیں تو ان کے عقیدہ وہابیت کی تردید ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی محمد شفیع دیوبندی، تاج محمود امروٹی، حیدر آباد کے عبدالرزاق وغیرہم نے یاایھا النبی کے معنی ''اے نبی'' غلط لکھے ہیں۔لفظ نبی کے معنے ہیں ''غیب کی خبریں دینے والا'' اس لئے علماء اہل سنت و جماعت نے ''یاایھا النبی'' کا ترجمہ لکھا ہے ''اے غیب کی خبریں دینے والے'' اس پر مولوی صاحب نے بھڑک کر یہ اعتراض کر دیا کہ۔شر صاحب صرف لافیں مار رہا ہے اس کا بتایا ہوا ترجمہ غلط ہے''۔پھر اپنے اعتراض کی تائید میں لغت کی چار کتابوں میں سے لفظ نبی کے معنے نقل کیے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) ''النبی'' اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔

(مصباح اللغات صفحہ 835)

(۲) ''النبی'' اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا (المعجم الاعظم صفحہ 2818)

(۳) ''النبی'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا۔

(منجد عربی اردو، صفحہ 1244)

(۴) ''النبی'' المخبر عن الغیب او المستقبل بالالھام من اللہ

(منجد عربی صفحہ 847)

ان چاروں حوالوں سے معترض صاحب کے اعتراض اور دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے برعکس میرے بیان کردہ معنے کی تائید ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ معترض جھوٹا ہے اور مفتی عبدالرحیم سکندری سچا ہے۔ تو پھر معترض نے اعتراض کیوں کیا؟ اس نے یہ اعتراض بدنیتی کی بناپر اپنے بڑوں کی تقلید میں اہل سنت وجماعت کے بارے میں یہ غلط تاثر پھیلانے کی خاطر کیا کہ (معاذ اللہ) علماء و مسلمانان اہل سنت و جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ذاتی مانتے ہیں جب کہ کوئی مسلمان اس کا تصور تک نہیں کرسکتا۔

فقیر معترض صاحب کے اس بارے میں مختلف اعتراضات کے جوابات علیحدہ علیحدہ دینے کے بجائے ایک ایسا جامع ومانع مسکت جواب مختصراً لکھ رہا ہے۔ جس سے نہ صرف وہابیہ کے تمام معاندانہ وگمراہ کن اعتراضات وسوالات ھباءً منثورا ہو جائیں گے۔ بلکہ بحر ظلمات میں اچھلتا کودتا ان کا بیڑا ہی غرق ہو کر رہ جائے گا۔ وھوھذا بتوفیق اللہ عزوجل

علم غیب کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

تمام علماء حق کی تصریحات جلیلہ کے مطابق امام اہل سنت، شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔ ''علم ذاتی اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے، اس کا غیر کے لئے ہونا محال ہے۔ جو کوئی اس ذاتی علم میں سے کوئی بھی چیز اگرچہ وہ ایک ذرہ سے بھی کم سے کم ہو غیر خدا کے لئے مانے گا تو وہ یقیناً کافرومشرک ہے''۔

(خالص الاعتقاد، صفحہ 14)

نیز فرمایا ''معلومات الٰہی کے لئے کسی مخلوق کا بالتفصیل تمام محیط ہونا شریعت میں بھی محال ہے تو عقل میں بھی۔ بلکہ اگر تمام جہان والوں کے اولین وآخرین سب کے تمام علوم کو جمع کیا جائے تو ان کے علوم کو علم الٰہی سے اتنی نسبت بھی نہ ہوگی جتنی ایک قطرے کے دس لاکھ حصوں کے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں کے ساتھ''۔ (خالص الاعتقاد، صفحہ 15)

ناظرین! نجدیہ وہابیہ کے اس الزام کے رد میں کہ ''اہل سنت وجماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''عالم ما کان وما یکون'' مان کر حضور کے علم کو اللہ کے علم کے مساوی ٹھہراتے

ہیں لہٰذا مشرک ہیں"۔ یہ وضاحت کافی ہے کہ نجدیہ وہابیہ کا اس طرح کہنا ان کی قرآن و حدیث کے علم وفہم سے جہالت کی کھلی دلیل ہے کہ یہ خالق ومخلوق کی صفات میں فرق وامتیاز ہی سے لاعلم و بے خبر ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو، علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی ہے متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت؟ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ 43)

علم غیب کے متعلق عقیدہ وعلم غیب کے مراتب کا بیان

امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی فرماتے ہیں "علم غیب کی تین صورتیں ہیں۔ اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں:

(۱) اللہ عزوجل عالم بالذات ہے اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم وخلیل علیہما السلام اور ملک الموت وشیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

قسم دوم (۱) اولیاء کرام کو بھی بالواسطہ انبیاء کرام، کچھ علوم غیاب ملتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بدمذہب ہے کہ صدہا احادیث کا انکار کرتا ہے۔

قسم سوم (۱) حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔

(۲) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے متشابہات کا علم دیا گیا۔

(خالص الاعتقاد، صفحہ 5)

اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں۔ ''بصیرت کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ علم الٰہی ذاتی، مخلوق کا علم عطائی، وہ واجب، یہ ممکن، وہ قدیم، یہ حادث، وہ نامخلوق، یہ مخلوق، وہ لامحدود، یہ محدود، وہ ضروری البقاء، یہ جائز الفناء، وہ ممتنع التغیر، یہ ممکن التبدل۔ اتنے فرق ہوتے بھی شرک کا احتمال کسی پاگل، مجنون اور بے عقل کو ہی ہو سکتا ہے''۔ (الدولۃ المکیۃ)

علم غیب کے منکر کے دعویٰ کے دلائل کے بارے میں ضروری تنبیہ

جب علم غیب کا منکر اپنے دعویٰ پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنے میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرما دیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

(۳) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا مجھے کیا معلوم، وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

(۴) جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو، وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو، ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔ (ازاحۃ الغیب، صفحہ 4)

استاذی واستاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی محمد صاحب داد خان نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد

(الف) ایک علم غیب ذاتی واستقلالی ہے یعنی جو کسی دوسرے کے بتائے بغیر معلوم ہو۔

(ب) دوسری قسم، علم غیب عطائی اور وہبی ہے یعنی دوسرے کے بتائے سے معلوم ہو۔

قسم اول خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔ مخلوق کے لئے علم غیب ذاتی واستقلالی ماننا صریحاً کفر ہے۔ قرآن شریف کی جن آیات میں مخلوق کے لئے علم غیب کی نفی کی گئی ہے ان میں علم غیب ذاتی کی نفی مراد ہے۔ دوسری قسم کے علم غیب عطائی کی نفی مراد نہیں ہے۔ وہابی خواہ مخواہ حق کو چھپانے کے لئے ان آیات کی آڑ میں علم غیب عطائی کی نفی مراد لیتے ہیں۔

بے بصیرت رانبا شد در حق و باطل تمیز
کوریک داند عصائے سحر و اعجاز کلیم

''حالانکہ علم غیب عطائی انبیاء علیہم السلام کا معجزہ قرآن مجید سے ثابت ہے''

(الحق الصریح، صفحہ 274)

علم غیب عطائی کا ثبوت قرآن مجید سے

امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔

''علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودان باطل وغیرہم کے لئے مانتے تھے لہٰذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں (مخلوق کو) اطلاع حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: 179)

''اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! کہ تمہیں غیب کا علم دے، ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے''۔

نیز فرمایا

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

''غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو''۔ (جن)

یہاں فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ

اظہار غیب تو اولیا کرام پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی ہوتا ہے۔ بلکہ فرمایا فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا۔ اپنے علم غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو' ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا قرآن سے صاف ظاہر ہے۔ خزائن العرفان میں ہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر (یعنی اپنے غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منفرد ہے) (سورۂ جن)، (خازن و بیضاوی وغیرہ)

کسی کو مسلط نہیں کرتا (یعنی اطلاع کامل نہیں دیتا جس سے حقائق کا کشف تام اعلیٰ درجہ یقین کے ساتھ حاصل ہو) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے تو انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے۔ اور یہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہوتا ہے۔ اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے مگر انبیاء کا علم، بہ اعتبار کشف وانجلا اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا و ارفع و اعلیٰ ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وساطت اور انہی کے فیض سے ہوتے ہیں۔ ''معتزلہ'' ایک گمراہ فرقہ ہے وہ اولیاء کے لئے علوم کا قائل نہیں اس کا خیال باطل اور احادیث کثیرہ کے خلاف ہے اور اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں۔ بیان مذکورہ بالا میں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے۔ سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مرتضے رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور کے اور تمام مرتضےٰ رسولوں کے لئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے (خزائن العرفان)

نجدی وہابی چونکہ خوارج الاصل ہیں انہی کے اصول کے مطابق ''قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب اور عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الاھو اور ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء'' آیات

مقدسہ پیش کر کے محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں حضور کے لئے علم غیب بعطائے الٰہی کو بھی شرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہابیہ کا یہ انکار صریحاً قرآن وحدیث کا انکار ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث سے علم غیب بہ عطاء الٰہی سرکار دوعالم ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: 179)

''اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے، ہاں چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے''

تو ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء حبیب خدا ﷺ رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کا علم آپ کا معجزہ ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اور تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے تفسیر جلالین میں ہے۔

والمعنیٰ لا کن الله یجتبی ای یصطفی من رسله من یشاء فیطلعهٗ علی غیبه

''اس کے معنی یہ ہیں کہ لیکن اللہ چن لیتا ہے۔ یعنی دوسرے رسولوں میں سے جسے چاہے پسند فرمالیتا ہے۔ تو اسے اپنے غیب پر مطلع کردیتا ہے''۔

اور تفسیر روح البیان صفحہ 132 جلد دوم مطبوعہ بیروت میں ہے

فان غیب الحقائق والاحوال لا ینکشف بلا واسطة الرسول

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ رسول کے واسطہ (ذریعہ) کے بغیر حقائق اور احوال کا غیب منکشف نہیں کرتا''۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۝ (النساء)

"اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے (امور دین واحکام شرع وعلوم غیب)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب وحکمت کے اسرار وحقائق پر مطلع کیا اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے کہ تمہیں ان نعمتوں کے ساتھ ممتاز کیا (خزائن العرفان) اور تفسیر کبیر میں ہے۔

ای من الاحکام والغیب

"یعنی احکام اور غیب کے علوم آپ کو عطا فرمائے"۔

نیز تفسیر مدارک التنزیل صفحہ 25 جلد اول میں ہے۔

یعنی من الاحکام والشرع وامور الدین وقیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ علمک من خفیات الامور واطلعک علیٰ ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدھم من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور وضمائر القلوب

"یعنی شریعت کے احکام اور امور دین کا علم عطا کیا اور یہ معنےٰ بھی بیان کیے گئے ہیں۔ کہ تم کو علم غیب میں سے وہ باتیں سکھادیں جن کا تمہیں علم نہ تھا اور یہ معنے بھی بیان کیے گئے ہیں کہ تم کو پوشیدہ امور کا علم دے دیا اور دلوں کے پوشیدہ رازوں پر مطلع کر دیا اور منافقوں کے احوال اور ان کے مکروفریب بتادئے، دین وشریعت کے امور سکھادئے چھپے امور اور دلوں کے بھیدوں کا علم دے دیا"۔

اور تفیسر مظہری میں ہے۔

وعلمک العلوم بالاسرار والمغیبات

"آپ کو اسرار (پوشیدہ باتوں) اور مغیبات کے علوم عطا کردیئے"۔

تفسیر کشاف صفحہ 563 جلد اول میں ہے۔

من خفيات الامور وضمائر القلوب او من امور الدين والشرائع
''اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھپے امور اور دلوں کے پوشیدہ رازوں کا علم دے دیا۔ یا امور دین اور شریعت کے احکام سکھا دیئے''۔

اور تفسیر حسینی فارسی صفحہ 124 میں ہے۔

آں علم ما کان وما یکون هست که حق سبحانه در شب اسراء برآں حضرت عطا فرمود چنانچه در حدیث معراج هست که من درزیر عرش بودم قطره در حلق من ریختند فعلمت ما کان وما یکون

یہ علم ما کان وما یکون کا علم ہے کہ حق سبحانہ نے معراج کی رات میں حضور ﷺ کو عطا فرمایا چنانچہ حدیث معراج میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو مجھے تمام گذشتہ وآئندہ واقعات کا علم حاصل ہو گیا۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

''رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا''۔ (الرحمٰن)

انسان سے اس آیت میں سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں اور بیان سے ما کان وما یکون کا بیان کیونکہ نبی کریم ﷺ اولین وآخرین کی خبریں دیتے تھے۔

(تفسیر خزائن العرفان)

تفسیر ''معالم التنزیل میں ہے۔

خلق الانسان ای محمد ا علیه السلام علمه البیان یعنی بیان ما کان وما یکون

''پیدا کیا انسان کو یعنی محمد علیہ السلام کو اس کو بیان سکھایا یعنی ما کان وما یکون کا

بیان''۔

اور تفسیر خازن میں ہے۔

قیل اراد بالانسان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان وما یکون لانہ علیہ السلام نباء عن خبر الاولین و الآخرین و عن یوم الدین

''علماء حق نے فرمایا: اللہ کی مراد انسان سے حضرت محمد ﷺ ہے۔ اس کو بیان سکھایا یعنی ما کان وما یکون کا بیان اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے اولین وآخرین کی خبر دی ہے اور قیامت کے دن کی خبر دی ہے''۔

اور علامہ شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وھذا لاینا فی الآیات الدالۃ علی انہٗ لا یعلم الغیب الا اللہ وقولہٗ لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر فان المعنی علمہٗ من غیر واسطۃ واما اطلاعہٗ علیہ باعلام اللہ لہ فامر متحقق بقولہ تعالیٰ فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض، صفحہ 150، جلد 3)

''یعنی حضور کا غیب پر مطلع ہونا ان آیات کے خلاف نہیں ہوتا جن میں کہا گیا ہے۔ لا یعلم الغیب الا اللہ۔ کہ آیت میں علم غیر واسطہ کی نفی ہے لیکن باعلام اللہ غیب پر مطلع ہونا امر متحقق ہے۔ بقولہ تعالیٰ فلا یظھر علی غیبہ احداً الامن ارتضی من رسول''۔

علامہ ابن حجر محدث ہیتمی علیہ الرحمۃ فتاوی حدیثیہ میں صفحہ 268 پر لکھتے ہیں۔

وما ذکرناہ فی الآیۃ صرح بہ النووی رحمۃ اللہ فی فتاویہ فقال معناھا لا یعلم ذالک استقلالا وعلم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ

''یعنی ہم نے اس آیت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کی تصریح امام نووی علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس کے معنے یہ ہیں کہ مستقل طور پر اور کل معلومات کا محیط علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' بحمداللہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ

نبی کے معنے ہیں غیب کی خبریں دینے والا

حضرت امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ''النبوۃ'' وہ صفات جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ان کے امور دنیوی اور اخروی میں خرابیوں کو دور کرنے کے لئے جاری ہوتے ہیں۔ اسے نبوت کہا جاتا ہے۔ اور نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کی خبر دیتا ہے۔ جن پر عقول سلیمہ مطمئن ہوتی ہیں اور نبی ہوسکتا ہے کہ فعیل بمعنے فاعل سے ہو، چنانچہ فرمایا نبی عبادی ''(اے پیغمبر) میرے بندوں کو بتا دو۔ قل اُنبئکم ''اے پیغمبر ان سے کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں؟ اور یہ بھی کہ فعیل بمعنے مفعول سے ہو یعنی خبر دیا گیا کیوں کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جاتی ہے جیسے فرمایا۔ نبانی العلیم الخبیر ''مجھے اس نے بتایا جو جاننے والا خبردار ہے''۔

(مفردات القرآن (اردو) امام راغب اصفہانی)

اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو اس سے خدا سمجھے۔ آمین

اعتراض نمبر 8: معترض صاحب نے لکھا ہے کہ۔ شر صاحب نے میری لکھی ہوئی کتاب کے بارے میں کہا ہے کہ ساری کتاب کفر سے بھری ہوئی ہے اس میں سب عقیدے اسلام کے خلاف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ۔ آ۔ اگر تو سچا مرد میدان ہے تو۔ آ۔ میری کتاب کو اسلام کے خلاف ثابت کردے تو پھر تو جیتا اور میں ہارا۔ (صفحہ 20)

جواب: سادات مسجد لاڑکانہ میں آغاز جلسہ سے قبل چند احباب نے مجھے مولوی علی محمد صاحب کا مؤلفہ رسالہ ''آئینہ اعتقاد'' دکھایا۔ اس کے صفحہ 37 پر میں نے یہ عنوان دیکھا۔ ''اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا''۔ چونکہ مولوی نے لفظ ''اس کو'' سے محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کر کے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ

اللہ! کتاب وایمان سے مطلقاً بے خبر لکھ کر شان رسالت میں گستاخی و بے ادبی اور تنقیص و توہین کا ارتکاب کیا ہے، جواز روئے اجماع امت کفر صریح ہے۔ اس لئے فقیر پر اس کی تردید لازم ہوگئی اور میں نے تردید کرتے ہوئے جو کچھ اپنی تقریر میں کہا وہ کیسٹ میں محفوظ ہے۔ اسے سن کر تسلی کی جاسکتی ہے۔ مولوی صاحب نے جس آیت مبارکہ کو نامکمل لکھ کر یہ مذموم حرکت کی ہے۔ فقیر اس آیت کا صحیح معنے ومفہوم درج ذیل کر رہا ہے تاکہ اس کی شرافت کا اندازہ اور شرارت کا ازالہ ہو جائے۔ مکمل آیت مبارکہ یہ ہے۔

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ (الشوریٰ)

"اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی (اے سید عالم خاتم المرسلین ﷺ) ایک جانفزا چیز (یعنی قرآن پاک جو دلوں میں زندگی پیدا کرتا ہے) اپنے سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔ ہاں ہم نے اسے (یعنی قرآن شریف کو) نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو" یعنی دین اسلام۔ (تفسیر خزائن العرفان)

شان نزول: مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کا، آیت ماقبل سے تعلق ہے کہ اس آیت کا پہلا لفظ "کذالک" اس پر دلالت کرتا ہے دونوں آیات ملا کر صحیح مفہوم واضح کرتی ہیں۔ پہلی آیت یہودیوں کے اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ کلام کرتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور نہ بالمشافہ کلام کرتے ہیں تو پھر ہم آپ پر ایمان کیوں لائیں؟ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو دیکھتے نہیں تھے اور نہ بالمشافہ کلام کرتے تھے۔ اس پر پہلی آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ کسی بھی انسان کے لئے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے

ساتھ بالمشافہ کلام کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ کسی انسان سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی صرف تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) وحی کے ذریعہ یعنی کسی مضمون کو قلب میں ڈالا جائے۔ یہ بیداری اور نیند میں بصورت خواب ممکن ہے۔

(۲) من وراء حجاب۔ یعنی بیداری میں پس پردہ کوئی کلام سنے۔

(۳) او یرسل رسولا۔ یعنی کسی فرشتہ مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام کو کلام دے کر بھیجا جائے وہ آ کر رسول کو پڑھ کر سنائے۔ یہ عام طریقہ تھا جس کے ذریعہ مکمل قرآن مجید نازل ہوا۔ اس کے بعد دوسری آیت ما کنت تدری کے شروع میں کذالک او حینا فرما کر اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ سے خطاب فرماتا ہے۔ کہ آپ کے ساتھ بھی کلام کرنے کی یہی تین صورتیں ہیں۔ ان دونوں آیتوں کا مضمون باہم مل کر یوں ہوا کہ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان سے بالمشافہ کلام نہیں کیا نہ ہی یہ ممکن ہے۔ البتہ اپنے مخصوص بندوں پر وحی بھیجتا ہے جس کی تین صورتیں پہلی آیت میں بیان ہوئیں دوسری آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ اسی سنت الٰہی کے بموجب حضور اکرم ﷺ پر بھی وحی بھیجی گئی اور ان کو کتاب اور ایمان کی تفصیلات سے وحی کے ذریعہ سے واقف کیا گیا ہے۔ یعنی حضور نبی اکرم ﷺ نے کتاب اور ایمان کی تفصیلات کو انکل سے نہیں جانا ہے۔

ما کنت تدری کے متعلق مفسرین کی آراء

تمام علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی یا رسول کو شروع سے ہی ایمان پر پیدا فرماتا ہے ان کی فطرت کی بنیاد ہی ایمان پر رکھی ہوتی ہے یہ بعثت و نزول وحی سے پہلے ہی پکے مومن ہوتے ہیں۔

(۱) علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقال جماعة معنى الايمان فى هذه الآية شرائع الايمان و معالمه ذكره الثعلبى و قيل تفاصيل هذا الشرع اى كنت

غافلا عن هذه التفاصيل (تفسیر قرطبی صفحہ 59، جلد 16)

''اس آیت میں ایمان نہ جاننے کے بارے میں جماعت علماء کا کہنا یہ ہے کہ علامات و احکام ایمان معلوم نہ تھے، یہ بات امام ثعلبی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ اے نبی! آپ اس شریعت کی تفاصیل جاننے سے بے توجہ تھے''۔

نیز لکھتے ہیں۔

وقال الحسین بن الفضل ای ما كنت تدری ما الكتب ولا اهل الایمان وهو باب حذف المضاف ای من الذی یؤمن؟ ابو طالب او العباس او غیرهما (صفحہ 59، جلد 16)

''حسین بن فضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان لانے والے کون ہیں۔ یہاں مضاف محذوف مانا جائے گا۔ یعنی کون ایمان لائے گا؟ ابو طالب یا عباس وغیرہما۔

مزید لکھتے ہیں:

قلت انه صلی الله علیه وسلم كان مومناً بالله عزوجل من حین نشا الیٰ حین بلوغه (صفحہ 60، جلد 16)

''میں کہتا ہوں کہ بلاشک۔ نبی کریم ﷺ پیدائش سے لے کر بلوغ تک مومن باللہ تھے''۔

(۲) علامہ جمال الدین عبد الرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد اشتهر فی الحدیث عنه علیه السلام انهٗ كان قبل النبوة یوحد الله ویبغض اللات والعزیٰ ویحج ویعتمر ویتبع شریعة ابراهیم علیه السلام قال الامام احمد بن حنبل رحمه الله، من زعم ان النبی صلی الله علیه وسلم كان علی دین قومه فهو

قول سوء الیس کان لا یاکل ماذبح علی النصیب
(تفسیر زاد المسیر ،صفحہ 298، جلد 7)

''حضور اکرم ﷺ سے حدیث میں یہ بات شہرت پا چکی ہے کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ مانتے تھے اور لات وعزیٰ (بتوں) سے نفرت کرتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے اور عمرہ بھی کرتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی اتباع کرتے تھے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قوم کے دین پر تھے وہ بری بات کہنے والا ہے کیا آپ کو پتہ نہیں کہ آپ بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کا گوشت ہرگز نہ کھاتے تھے؟''۔

(۳) علامہ محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وعطف ولا الایمان علی ما الکتب وانما معناہ الایمان الذی یدرکہ السمع لان لنا اشیاء من الایمان لا تعلم الابالوحی اما توحید اللہ وبرائتہ عن النقائص و معرفۃ صفاتہ العلی فجمیع الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عالمون ذالک معصومون ان یقع منہم زلل فی شئی من ذالک سابق لھم علم ذالک قبل ان یوحی الیھم (تفسیر بحر محیط، صفحہ 527، جلد 7)

''ولا الایمان کا، ما لکتاب، پر عطف ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ ایمان جس کا کانوں کے ذریعے ادراک ہو، ورنہ ہمارے لئے ایمان کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو وحی کے بغیر معلوم نہ ہو سکتی تھیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو، اور اس کے لئے نقائص سے پاک ہونے کو، اس کی اعلیٰ صفات کو، سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں اور وحی آنے سے پہلے ان کو جن چیزوں کا علم عطا شدہ ہوتا ہے اس میں لغزش واقع ہونے سے بھی معصوم (پاک) ہوتے ہیں''۔

نیز دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

ومن طالع سیر الانبیاء من نشأتهم الی مبعثهم تحقق عنده انهم معصومون من نقیصة موحدون لله منذ نشوا قال الله تعالیٰ فی حق یحییٰ علیه السلام وآتیناه الحکم صبیا

(تفسیر بحر محیط، صفحہ 528، جلد 7)

''جس شخص نے بھی انبیاء علیہم السلام کی پیدائش سے لے کر بعثت تک کی سیرت کا مطالعہ کیا ہوگا۔ اس کو تحقیق کے ساتھ معلوم ہو گیا ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام ہر نقص سے معصوم ہیں اور پیدائشی موحد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو اس کے بچپن ہی میں شریعت کی پہچان عطا کر دی''۔

(۴) علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(ما تدری ما لکتاب ولا الایمان) ای الایمان بتفاصیل مافی تضاعیف الکتاب من الامور التی لاتهتدی الیها العقول لا الایمان بما یستقل به العقل والنظر فان درایته علیه السلام له مما لاریب فیه قطعا فان اهل الوصول اجتمعوا علیٰ ان الرسل علیهم السلام کانوا مومنین قبل الوحی معصومین من الکبائر ومن الصغائر الموجبة لنفرة الناس عنهم قبل البعثة وبعدها فضلا عن الکفر (تفسیر روح البیان، صفحہ 558، جلد 3)

''اس آیت میں ایمان کے نہ جاننے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی ایمان کی تفصیلوں کو نہ جانتے تھے۔ جن کی طرف عقل راہ نہیں پا سکتی۔ نفس ایمان کے جاننے کی نفی نہیں کی گئی ہے کہ وہ تو عقل اور سوچ کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے۔ بے شک حضور ﷺ کی (کامل) درایت میں قطعاً شک وشبہ نہیں ہے خدارسیدہ بزرگوں کا اس پر

اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام نزول وحی سے قبل بھی کبیرہ گناہوں سے معصوم تھے اور بعد بھی ایسے صغائر سے بھی معصوم تھے جو لوگوں کی نفرت کا باعث بنیں۔ کفر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا''۔

(۵) شیخ المحققین مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

استشکلت الآیة بان ظاهرها یستدعی عدم الاتصاف بالایمان قبل الوحی ولایصح ذالک لان الانبیاء علیهم السلام جمیعاً قبل البعثت مؤمنون لعصمتهم عن الکفر باجماع من یعتد به واجیب بعدة اجوته۔ الاول ان الایمان هنالیس المراد به التصدیق المجرد، بل مجموع التصدیق والاقرار والاعمال (تفسیر روح المعانی، صفحہ 53، جلد 25)

''اس آیۃ سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا ظاہری معنے بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نزول وحی سے پہلے مومن نہ تھے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ سارے انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن تھے ان کا کفر سے معصوم ہونا امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اس لئے علماء نے اس اشکال کے متعدد جواب دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آیت میں جس ایمان کے جاننے کی نفی کی گئی ہے اس سے مجرد تصدیق مراد نہیں بلکہ یہاں وہ ایمان مراد ہے جو تصدیق، اقرار اور اعمال کا مجموعہ ہے''۔

اس کے آگے فرماتے ہیں:

ولذا عبر بتدری دون ان یقال لم تکن مومناً وهو جواب حسن (روح المعانی، صفحہ 53، جلد 25)

''اس لئے آیت میں ''تدری'' کہہ کر درایت کی نفی کی گئی۔ لم تکن مومنا نہ کہا گیا۔ کہ تو مومن نہ تھا۔ یہ جواب بہتر ہے''۔

واضح رہے کہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سب مفسرین کرام ہم زبان و یک زبان ہیں۔ علامہ امام فخرالدین رازی نے ''تفسیر کبیر'' میں اور جامعہ الازہر یونیورسٹی کے استاد علامہ محمد حسن الحمصی نے ''تفسیر و بیان للمؤمنین'' میں۔ جدید دور کے محقق، دمشق یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے ''تفسیر المنیر'' میں الغرض سب علماء حق سلف و خلف نے اپنی تفاسیر میں ملتے جلتے الفاظ و مفہوم میں بالاتفاق یہی کچھ لکھا ہے۔ جن میں سے بطور نمونہ چند تفاسیر کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں سب کی عبارتیں نقل کرنا موجب طوالت و تحصیل حاصل ہے۔ مگر جہل مرکب میں گرفتار معترض صاحب بڑی بے باکی و بے خوفی کے ساتھ انتہائی گستاخی و بے ادبی کے پیرایہ میں آیت مبارکہ کے اصل معنے و مفہوم سے ہٹ کر یہ غلط اور ملحدانہ دعویٰ کرتا ہے۔ ''اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا''۔ ''اس کو'' کا اشارہ اس انداز سے محبوب خدا سید الانبیاء خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا اور بعثت سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایمان سے بے خبر لکھنا، بلاشک وشبہ شان رسالت میں صریحاً گستاخی و توہین ہے۔ جو باتفاق امت کفر و ارتداد ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

چونکہ اس موضوع پر فقیر مفصل مدلل ضروری بحث درج کر چکا ہے۔ لہٰذا اس موضوع کے سلسلہ میں معترض صاحب کے غیر ضروری ہفوات و اعتراضات کا جواب دینا فضول سمجھ کر۔ یہیں پر بس کر رہا ہے۔

کرامت کا انکار

دوران تقریر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت علمی کے بیان میں ضمناً حضرت مخدوم محمد اسماعیل پریالوی علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت سنائی تھی۔ اس پر معترض صاحب نے اس کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''یہ جھوٹا قصہ ہے اگر تو سچا ہے تو اس کی سند پیش کر...... بغیر سند کے قبول نہیں ہے''۔ (صفحہ 24)

جواب: کسی واقعہ کی سند بیان کرنا ضروری نہیں ہوتا اور نہ ہی بغیر سند مذکورہ ہر بات کو جھوٹا کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ خود معترض صاحب جناب مولانا اللہ ڈنو جمارانی صاحب کے

جواب میں لکھتا ہے: واہ رے مولوی تیرا علم، پھر مشکوٰۃ شریف والے کو بڑا خائن کہا جائے گا کہ اس نے بھی حدیث کا ذکر بغیر سند کے کیا ہے۔ (سیف حقانی صفحہ 2-3)

میں بھی معترض صاحب کے اعتراض کا جواب، اسی کی تحریر کے مطابق دیتے ہوئے کہتا ہوں۔ واہ رے مولوی صاحب تیرا علم، یہ کون کہتا یا لکھتا ہے کہ بغیر سند کے بیان کردہ ہر بات جھوٹی ہوتی ہے۔

کرامت کا منکر۔ دل کا اندھا

علامہ عبدالوہاب بن تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لا ینکرہ الا جاھل معاند من انواع الکرامات للعلماء والصالحین...... ولا یعاند فیہ الامن طمس قلبہ والعیاذ باللہ

(طبقات، صفحہ 72، جلد 2)

"علماء وصالحین کی کرامات کا منکر، معاند جان بوجھ کر مخالفت کرنے والا ہوتا ہے۔ کرامت کی مخالفت کرنے والے کے دل کو اللہ تعالیٰ اندھا کر دیتا ہے"۔

منکرین کرامات کے چہرے بے رونق اور بے نور ہوتے ہیں

علامہ عزالدین بن عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مما یدلک علی صحۃ مذھب الفقراء کثرۃ کراماتھم وما راینا احدًا من الفقھاء وقع علی یدیہ کرامۃ الامن سلک منھا جھم ومن لم یؤمن بکراماتھم حرم برکتھم وقد شاھدنا کل من انکر علی الفقراء من غیر دخول فی طریقھم بصیر علی وجھہ کابۃ و علامۃ علی الطرد والمقت لاتخفیٰ علی ذی بصیرۃ ولا ینفع اللہ بعلمہ احدا بخلاف اھل الاعتقاد فیھم

(انوار قدسیہ، صفحہ 46، جلد اول)

"طریقۂ فقراء کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ ان سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا ہے

اس کے برعکس ہم نے کسی بھی ظاہری علم والے سے کوئی کرامت کبھی نہیں دیکھی البتہ جو ظاہری علم والا فقیروں کے طریقہ پر چلے گا تو اس سے کرامت ظاہر ہوسکتی ہے۔ جو کرامات فقراء کے منکر ہیں، یہ ان کی برکت سے محروم رہتے ہیں۔ ہم نے ایسے منکرین کو دیکھا ہے جو فقراء کے طریقے کو سمجھے بغیر اعتراض کرتے رہتے ہیں، تو ان کے چہرے بے رونق اور بے نور ہوتے ہیں ان پر غضب خداوندی اور ان پر مردود ہونے کی نشانی لگی ہوتی ہے جو اہل بصیرت سے چھپی نہیں رہتی اور اللہ تعالی ایسے علم والوں سے کسی کو نفع نہیں پہنچاتا۔ مگر فقراء سے عقیدت رکھنے والوں کے علم سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے''۔

کرامات اولیاء حق ہیں

کتب عقائد میں تصریح کی گئی ہے کہ۔ کرامات اولیاء حق (شرح عقائد صفحہ 144) صاحب نبراس نے لکھا ہے کہ کرامات اولیاء کا منکر معتزلی ہے۔ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے ملاحظہ ہو۔ (نبراس صفحہ 147)

فقیر اب حضرت مخدوم پریالوی علیہ الرحمۃ کی اس کرامت کی سند پیش کر کے منکر کرامت کا مطالبہ بھی پورا کردیتا ہے۔ جو میں نے اپنی تقریر میں بیان کی تھی تاکہ اس کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔

وہابیوں کے مشہور مولوی دین محمد وفائی نے ''تذکرہ مشاہیر سندھ'' جلد نمبر 3 کے صفحہ 3 اور 4 پر یہ کرامت مختصر الفاظ میں تحریر کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کرامت کو کتاب ''شرح سندھی خطبہ فارسی'' کے صفحہ 9 پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ دیوبندی مولوی شبیر احمد بھٹو ساکن موضع الراضلع خیر پور کی تالیف ہے اس کے مقدمہ میں حضرت مخدوم صاحب پریالوی علیہ الرحمۃ کی کرامات بیان کرتے ہوئے یہ کرامت بھی لکھی ہے۔ کرامت وہی ہے صرف الفاظ کا فرق ہے۔ اس بحث سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ معترض صاحب ہر صحیح بات کو بگاڑ کر اپنی بڑائی جتانے کے شوق میں بدنیتی کے ساتھ اس قسم کے ہفوات اور گمراہ کن

اعتراضات کرنے کا عادی مجرم ہے۔ لیکن یہ اس کی انتہائی بدبختی ہے کہ اس کی ہر ایسی حرکت، اس کی بڑائی ظاہر کرنے کے بجائے اس کی ذلت ورسوائی کا باعث بن جاتی ہے

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

چونکہ علم غیب کی مکمل بحث بالتفصیل گذشتہ اوراق میں تحریر کی جاچکی ہے اس لئے معترض صاحب کے اس موضوع پر دوبارہ اعتراضات کے جوابات لکھنے کی فقیر قطعاً ضرورت نہیں سمجھتا۔

اعتراض نمبر 9: سادات مسجد لاڑکانہ میں تقریر سے قبل معترض کی کتاب کا سرسری مطالعہ کرتے ہوئے جب محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں اس کا لکھا ہوا یہ فقرہ (وہ توان پڑھ تھا، صفحہ 36) نظر آیا تو میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ اس کے دماغ میں خناس گھسا ہوا ہے۔ دل میں سنڈاس بھرا ہے جبھی اس کی غلیظ زبان پر ہذیانی بکواس، اور گندے قلم سے ایمان سوز فقرات جاری ہیں۔ دوران تقریر اس کی تردید کرتے ہوئے میں نے کہا کہ مولوی علی محمد صاحب کو ''امی'' کے معنی ہی معلوم نہیں ہیں اور نہ ہی اسے ''ام القریٰ'' کا پتہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ''امی'' ہونا آپ کا معجزہ ہے کہ آپ بے پڑھے ہی اولین و آخرین کے علم سے واقف تھے۔ اس پر وہ صاحب بھڑک اٹھا اس نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا: ''بیوقوف! ام القریٰ'' کے لفظ کو ''امی'' سے کیا واسطہ؟ صفحہ 26 اور پھر صفحہ 26 سے صفحہ 28 تک لفظ ''ام'' کے معنے لغت سے لکھ کر بے سود کاغذ کالے کیے ہیں۔

جواب: مولوی صاحب دیکھ لے ''امی'' کو ''ام القریٰ'' سے یہ واسطہ ہے حضرت علامہ محمد بن یوسف اندلسی المعروف ابی حیان غرناطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وکونہ امیاً من جملۃ المعجزات وقیل نسبۃ الیٰ ام القریٰ وھی مکۃ (تفسیر بحر محیط، صفحہ 403، جلد 4)

''نبی کرم ﷺ کا امی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے''۔

بعض نے فرمایا کہ امی کی نسبت ام القریٰ مکہ کی طرف کی گئی ہے یعنی مکہ والا۔

حضرت علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قیل نسبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی مکۃ ام القریٰ

(تفسیر قرطبی صفحہ 299، جلد 7)

''بعض نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وصف امی ام القریٰ مکہ شریف کی نسبت کی وجہ سے ہے''۔

علامہ محمد المہدی بن احمد الفاسی شارح دلائل الخیرات رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قیل ھو منسوب الی ''ام القریٰ'' وھو مکۃ۔

(مطالع المسرات، صفحہ 119)

''بعض کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ امی کے وصف سے ''ام القریٰ'' مکہ کی طرف منسوب ہیں''۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

او الیٰ ''ام القریٰ'' لان اھلھا کانوا کذالک

(تفسیر روح المعانی صفحہ 70، جلد 9)

''یا ''امی'' ام القریٰ کی طرف منسوب ہے۔ کہ مکہ والے اسی طرح تھے کہ لکھتے پڑھتے نہ تھے''۔

یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ جس شخص کا مبلغ علم اس قدر محدود ہو کہ مشاہیر علماء امت کی تفاسیر قرآن، و شرح احادیث کے نام تک سے ناواقف ہو۔ وہ افاضل علماء اہل سنت و جماعت کو۔ بے وقوف کہہ کر ان کے منہ لگے، اپنی جہالت بھری شیخی بگھارتے، حق کو جھٹلائے اور ذرہ بھر نہ شرمائے! اس کی مثال اور کیا دی جاسکتی ہے کہ جس طرح مجنون دیوانہ اپنی دیوانگی سے بے خبر ہوتا ہے وہ سارے جہان کے فرزانوں کو دیوانہ اور خود کو سب سے زیادہ عقل مند اور فرزانہ سمجھتا ہے۔ اپنے دیوانہ پن کی حرکتوں اور باتوں کو درست سمجھ کر اچھلتا کودتا ہے۔ خوش ہوتا ہے دانشوروں عقلمندوں کی صحیح و درست باتوں کو غلط اور نادرست

کہہ کران کا مذاق اڑاتا ہے۔ یہی حال اس نام نہاد استاد العلماء صاحب کا ہے کہ امی اور ام القریٰ کے معنی اور مفہوم اور واسطے سے جاہل اور ناواقف تو خود ہے اور دوسرے علماء کو بے وقوف ٹھہراتا ہے اس کی اس حالت وجہالت پر جس قدر بھی افسوس و ماتم کیا جائے کم ہے۔

بزرگان دین کے ہاں امی کے معنی

میں نے دوران تقریر یہ بھی کہا تھا کہ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا امی ہونا آپ کا معجزہ ہے کہ کسی ظاہری استاد سے بے پڑھے کائنات کے علوم کے عالم ہیں۔

اس بات پر مولوی علی محمد صاحب آپے سے باہر ہو کر لکھتا ہے:

''ان بزرگوں کے حوالے لکھ پھر دیکھا جائے گا''۔ (صفحہ 28)

جواب: واہ مولوی صاحب تیرے کیا کہنے! ایک طرف بزرگوں کے حوالے مانگنا، اور دوسری طرف یہ لکھنا کہ پھر دیکھا جائے گا۔ یعنی حوالے مل جانے پر بھی، پھر دیکھا جائے گا۔ یعنی مداری کے بچہ جمہورے والی وہی ''رٹ'' میں نہ مانوں میں نہ مانوں۔ لگاؤ گے! تو پھر تمہیں حوالوں سے کیا فائدہ؟ جب تم قرآن وحدیث کے حوالے بھی نہیں مانتے۔ تو بزرگوں کے حوالے کیونکر مان لو گے؟ تاہم فقیر مسلمانان اہل سنت و جماعت کا ایمان تازہ کرنے کے لئے دو معتبر حوالے مزید درج کر دیتا ہے۔ کہ اس موضوع پر پہلے ہی کافی حوالے درج کیے جا چکے ہیں۔ زیادہ طوالت تحصیل حاصل ہے۔

علامہ محمد المہدی بن احمد فاسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وامیته صلی الله علیه وسلم وصف کمال فی حقه بل هی معجزة له دالة علیٰ نبوته کفاک بالعلم فی الامی معجزة لانهٗ مع کونه لا یقرا ولا یکتسب ویدارس ولم یتعلق ممن قرا و کتب ظهر منه العلوم والمعارف اللدنیة و معرفته بالاخبار الامم السابقة وشرائعهم واطلاعه علی علوم الاولین والاخرین و احکامه لسیاسة الخلق علی تنوعهم واحاطته

بجميع مصالح الدين والدنيا وتخلقه بكل خلق حسن واتصافهٔ بكل كمال للخلق على الاطلاق، واما اميته فى كل علم و حكم و حكمة ما اعجز به جميع الخلق وظهر اختصاصه به لكافتهم فكان ذالک آية ظاهرة وحجة باهرة ودليلاً واضحا من دلائل نبوته صلى الله عليه وسلم وكانت اميته كمالاً بيناً لاخفاء به والمقصود من القراة والكتابة هوما ينتج عنهما من العلم لانهما آلة و واسطة له غير مقصودة فى نفسها فاذا حصلت الثمرة المطلوبة منهما استغنىٰ عنهما

(مطالع المسرات، صفحہ 119)

''رسول اللہ ﷺ کا امی ہونا آپ کے حق میں وصف کمال ہے بلکہ یہ ایسا معجزہ ہے جو ان کی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ صاحب قصیدہ بردہ نے فرمایا ہے کہ حضور کا امی ہونے کے باوجود عالم ہونا تیرے لئے ان کی نبوت پر دلیل کافی ہے اس لئے کہ آپ نے نہ پڑھا نہ لکھا اور نہ درس لیا اور نہ کسی پڑھے لکھے سے کوئی تعلق رکھا اس کے باوجود آپ سے علوم و معارف لدنیہ ظاہر ہوئے اور گذشتہ امتوں کی خبروں اور شریعتوں کو جانتے تھے اور اولین و آخرین کے سارے علوم پر مطلع تھے اور ہر قسم کی مخلوق سے زندگی بسر کرنے کا سلیقہ رکھتے تھے اور دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر انہیں کامل دسترس حاصل تھی اور جملہ مخلوق کے تمام اوصاف کمال و اخلاق حسنہ سے علی الاطلاق متصف اور متخلق تھے۔ آپ کا امی ہونا آپ کی نبوت کی روشن اور غالب دلائل اور ظاہری نشانات میں سے ایک نشانی ہے کہ جن علوم، فیصلوں اور حکمتوں کو سمجھانے سے دوسری ساری مخلوق عاجز ہے، ان تمام امور کو سمجھانے کی خصوصیت آپ کو حاصل ہے۔ لہٰذا آپ کا امی ہونے کا وصف آپ کا ایسا چمکتا کمال ہے۔ جس میں کچھ پوشیدگی نہیں ہے دراصل پڑھنے لکھنے سے مقصد

بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ علم حاصل ہو؟۔ اس لئے کہ حصول علم کا ایک ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ پڑھنا لکھنا بذات خود مقصود نہیں ہوتا اور جب اس ذریعہ سے اصلی مقصد حاصل ہوجاتا ہے تو اس سے آدمی بے پرواہ ہوجاتا ہے''۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ امی کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال اهل التحقيق وكونهٗ اميا بهذا التفسير كان من جملة معجزاته وبيان من وجوه الاول۔ انهٗ عليه الصلوٰة والسلام كان يقرأ عليهم كتاب الله تعالىٰ منظوماً مرة بعد اخرىٰ من غير تبديل الفاظه ولا تغيير كلماته والخطيب من العرب اذا ارتجل خطبة ثم اعادها فانه لابد وان يزيد فيها وان ينقص عنها بالقليل والكثير۔ ثم انه عليه الصلوٰة والسلام مع انه ما كان يكتب وما كان يقرأ يتلوا كتابا من غير زيادة ولا نقصان ولا تغيير فكان ذالک من المعجزات واليه الاشارة بقوله تعالىٰ (سنقراک فلا تنسى) والثانى۔ انهٗ لو كان يحسن الخط والقرأة لصار متهما فى انه ربما طالع كتب الاولين فحصل هذه الغلوم من تلک المطالعة فلما اتى بهذا القرآن العظيم المشتمل على العلوم الكثيرة من غير تعلم ولا مطالعة وكان ذالک من المعجزات وهذا هو المراد من قوله (وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينک اذا لارتاب المبطلون) الثالث۔ ان تعلم الخط شى سهل فان اقل الناس ذكاءً وفطنة يتعلمون الخط بادنىٰ سعى، فعدم تعلمه يدل على نقصان عظيم فى الفهم، ثم انهٗ تعالىٰ آتاه علوم الاولين والآخرين۔ اعطاه من العلوم والحقائق مالم يصل اليه احدمن

البشر، مع تلك القوة العظيمة فى العقل و الفهم جعله بحيث
لم يتعلم الخط الذى يسهل تعلمه على اقل الخلق عقلا
وفهما فكان الجمع بين هاتين المتضادين جارياً مجرى
الجمع بين الضدين و ذالک من الامور الخارقة للعادة وجار
مجرى المعجزات (تفسیر کبیر، صفحہ 23، جزء 15)

''محققین کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا امی ہونا ان کے معجزات سے ہے۔ اس کی چند وجوہ سے تفسیر بیان کی جاتی ہے اول یہ کہ حضور ﷺ ان پر (یعنی لوگوں پر) بار بار ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اس طرح کہ نہ الفاظ تبدیل ہوتے تھے اور نہ کلمات سے تغیر واقع ہوتا تھا (اس کے برعکس) عرب میں سے کوئی خطیب جب ایک مرتبہ فی البدیہ خطبہ کہہ چکتا اور پھر اسی خطبہ کو دوسری بار دہرا کر کہتا تو ضرور اس میں تھوڑی یا زیادہ کمی بیشی کر جاتا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے باوجود کہ نہ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے۔ قرآن مجید کی کسی کمی بیشی اور تغیر کے بغیر تلاوت فرماتے پس یہ آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ فرمایا ''سنقراک فلا تسنی'' اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔ اور دوم یہ کہ اگر حضور ﷺ اچھے لکھے پڑھے ہوتے تو آپ پر یہ تہمت لگتی کہ آپ نے شاید پہلے لوگوں کی کتابیں پڑھ لی ہیں اور ان ہی کتابوں کے مطالعہ سے ان کو یہ علوم حاصل ہوئے ہیں۔ پس جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر تعلیم اور مطالعہ کے علوم کثیرہ پر مشتمل یہ قرآن عظیم لائے تو یہ آپ کے معجزات سے ایک معجزہ ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول سے مراد بھی یہی ہے کہ فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۝ (عنکبوت)

’’اور اس (قرآن کے نازل ہونے) سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا (یعنی آپ لکھے پڑھے ہوتے) تو باطل والے ضرور شک لاتے‘‘ (یعنی اہل کتاب کہتے کہ ہماری کتابوں میں نبی آخر الزمان کی صفت یہ مذکور ہے کہ وہ امی ہوں گے۔ نہ لکھیں گے نہ پڑھیں گے مگر انہیں اس شک کا موقعہ ہی نہ ملا)‘‘۔

’’سوم یہ کہ لکھنا جاننا آسان چیز ہے کم فہم اور کم قابلیت والے آدمی بھی تھوڑی کوشش سے لکھنا سیکھ لیتے ہیں۔ مگر کسی کا لکھنا نہ جاننا اس کی فہم کے بڑے نقص پر دلالت کرتا ہے مگر نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے وہ علوم عطا فرمائے ہیں کہ کوئی بھی انسان ان تک پہنچ نہیں سکا اور آپ کے فہم اور عقل مبارک کی اتنی عظیم طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح پیدا فرمایا کہ لکھنا نہ جانتے تھے جس کا سیکھ لینا کم عقل اور کم فہم انسان کے لئے بھی آسان ہوتا ہے پس ان دونوں متضاد حالتوں کا اکٹھا ہونا، دو ضدوں کے اکٹھا ہونے کا قائم مقام ہوا، جو عادت جاریہ کے خلاف کاموں اور معجزات کے قائم مقام ہے‘‘۔

حضرت امام علامہ فاسی اور حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالوں سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ آپ کا امی ہونا۔ آپ کی نبوت کی روشن دلیل ہے اور آپ بلحاظ عالم علوم ہونے کے ساری مخلوق سے ممتاز ہیں۔ ثابت ہوا کہ فقیر نے دوران تقریر ’’امی‘‘ کے جو معنے بیان کیے بالکل صحیح اور درست ہیں۔ تاہم چونکہ معترض صاحب نے بزرگوں کے حوالے طلب کیے تھے فقیر نے اس کا یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا ہے۔ پس اس کو چاہیے کہ برملا اپنی غلطی کا اعتراف کرے کہ میں نے جو حضور ﷺ کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ تو ان پڑھ تھا۔ لکھنا بھی نہ جانتا تھا۔ اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا‘‘۔ میں اس گستاخ رویہ سے رجوع کرتا ہوں۔ اللہ و رسول سے معافی کا طلب گار ہوں۔

فقیر کو زیادہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ مولوی علی محمد صاحب کو امام الرسل ﷺ کے

خداداد بے مثل فضائل کے انکار اور تنقیص شان اقدس پر اس قدر اصرار کس وجہ سے ہے کہ جب اس کی معاندانہ دلیل کی بیخ کنی کر دی جاتی ہے تو جھٹ سے کوئی حیلہ بہانہ تراش کر کوئی دوسرا بے سروپا ڈھکوسلہ پیش کر دیتا ہے۔ لیکن اپنی ضد اور احمقانہ ڈھیٹ پن سے باز نہیں آتا۔ ایسے ہی گندم نما جوفروشوں کے بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا:

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

حالانکہ

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

معترض صاحب کا احمقانہ ڈھکوسلہ اور اس کا جواب

فقیر نے معترض کے مطالبہ پر بزرگوں کے حوالے پیش کر دیئے مگر تنقیص شان رسالت کی خاطر اس نے ایک احمقانہ ڈھکوسلہ پیش کر دیا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔ امی کے یہ معنے کرنے کہ، جو ظاہری استاد کے بغیر کائنات کے ذرے ذرے کا عالم ہو، یہ مسئلہ عقیدے کا ہے اور عقیدے کے لئے قطعی نص یا متواتر حدیث لائی جائے۔ (صفحہ 30)

میں اس سے پوچھتا ہوں کہ تو نے جو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا ہے کہ "وہ توان پڑھ تھا" اس گندے عقیدے کے اثبات کے لئے تیرے پاس قطعی نص یا متواتر حدیث موجود ہے تو پیش کر۔ ورنہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دنیا و آخرت کے جملہ احوال و اخبار سے مطلع فرمایا ہے۔ آپ کو اولین و آخرین کے غیبوں کے علوم عطا فرمائے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استاد خود اللہ ہوتا ہے۔ اس کو دنیا میں سے کسی سے پڑھنے سیکھنے کی قطعاً حاجت نہیں ہوتی۔ مخلوق میں سے کوئی نبی اللہ کو پڑھانے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ نبی اللہ کسی سے کچھ پڑھے بغیر مخلوق کو غیب کی خبر دینے والا ہوتا ہے۔ "امی" کے

معنی یہی ہیں کہ وہ مخلوق میں سے کسی سے کچھ پڑھے بغیر مخلوق کو دنیا و آخرت کے علوم سے واقف کرے اور مخلوق میں موجود خرابیوں کو دور کر کے ان کی اصلاح فرمادے۔ یہی عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اسی پر امت مرحومہ کے علماء راسخین کا اجماع ہے پھر معترض صاحب سے پوچھتا ہوں کہ آیا تجھے اس عقیدے کے اثبات کے لئے مزید کوئی نص درکار ہے؟

قرآن و حدیث سے اس عقیدۂ برحق کے اثبات کے لئے بہت نصوص موجود ہیں مگر فقیر سمجھتا ہے متلاشی حق کے لئے جو کچھ لکھ دیا گیا ہے کافی وافی وشافی ہے۔

واضح رہے کہ لفظ امی کے معنٰی پر معترض کے اعتراضات کا جواب مکمل ہو چکا۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں کے ترجمہ کے بارے میں بھی اس کی ہفوات کا رد ہو گیا ہے ضروری نہیں کہ اس کے، فقیر کی تقریر پر ہر اعتراض بے جا و بیہودہ کا جواب دیا جائے۔ لہٰذا فقیر اس "بے وال بودم" کے، حضرت غوث صمدانی، محبوب سبحانی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے بارے میں بکواسات و ہذیانات کو بھی نظر انداز کر رہا ہے۔ اس موضوع پر انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ رسالہ تحریر کر کے شائع کیا جائے گا تا کہ تفصیل کے ساتھ سیر حاصل بحث کی جا سکے۔ سردست باعث تخلیق ہر دو عالم حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں معترض کے مرشد عبدالکریم بیر والے کی دریدہ دہنی و گندی ذہنیت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ ملاحظہ ہو مولوی عبدالکریم بیر والے نے شمائل ترمذی کی حدیث 288 کا غلط ترجمہ کر کے لکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکالا کرتے تھے

لکھتا ہے: حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو انسانوں میں سے ایک انسان تھا۔ اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکالتا تھا بکریوں کا دودھ خود دوہتا تھا اور اپنا کام کاج خود کرتا تھا۔

(فضائل النبی ترجمہ شمائل الترمذی صفحہ 194، طبع 2)

سادات مسجد میں، اس مندرجہ بالا غلط معنٰے پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ ''اے ملا! محبوب کریم ﷺ کے پاک جسم میں جوئیں نہیں ہوتی تھیں تو پھر نکالتے کیا تھے؟ محدثین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر نہ مکھی بیٹھتی تھی نہ جوں پڑتی تھی۔ اس بات پر معترض بپھرتے ہوئے لکھتا ہے۔

اعتراض نمبر 10: اوانڈھے! مرشدنا حضرت عبدالکریم نے تو لکھا ہے کہ حضرت ﷺ کو جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔ میرے پاس شمائل ترمذی موجود ہے۔ اتنا جھوٹ نہ بول۔ پہلے دیکھا کر، پھر بکواس کرتارہ'' (مطرقہ صفحہ 34)

جواب: مولوی عبدالکریم بیروالے کا غلط ترجمہ جو اس نے حدیث کا لکھا ہے وہ میں نے اوپر نقل کردیا ہے اگر اس میں ایک حرف کا فرق بھی نکلے تو انعام دوں گا۔

قارئین سے گزارش ہے کہ وہ خود مولوی عبدالکریم کے لکھے ہوئے ترجمہ کو دیکھ کر فیصلہ کریں مولوی عبدالکریم کا ترجمہ دیکھنے سے حقیقت صاف ظاہر ہو جائے گی۔ اس نے حدیث کا ترجمہ غلط لکھا ہے اس نے ''یفلی ثوبہ'' کا معنی لکھا ہے۔ ''اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکالا کرتے تھے'' اس کا لکھا ہوا یہ ترجمہ صریحاً غلط ہے۔ اس لئے کہ ''یفلی ثوبہ'' کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرتے تھے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ عمل دوسروں کو تعلیم دینے کی خاطر تھا۔ تا کہ وہ حضور کے اس عمل مبارک کو دیکھ کر اپنے کپڑوں میں جوئیں تلاش کیا کریں۔ ورنہ حضور ﷺ کے کپڑوں میں تو جوئیں پڑتی ہی نہیں تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مولوی عبدالکریم بیروالے کا ترجمہ غلط ہے کہ۔ اپنے کپڑوں سے جوئیں نکالا کرتے تھے'' تلاش کرنے اور نکالنے میں جو فرق ہے صاف ظاہر ہے۔ مگر افسوس کہ نام نہاد ''مرشد'' وہابی ہے۔ رجل رشید نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو اور اس کے پیروؤں کو ان معنوں میں کچھ فرق نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ حضور پرنور ﷺ کی تنقیص شان اور گستاخی و بے ادبی، ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور اس کی پاداش میں یہ بے ادب نور ایمان سے محروم کردیئے گئے ہیں۔ ان کی بصیرت ان سے چھین لی گئی ہے۔ اعاذنا اللہ

من ذالک۔

از خدا جوئیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

(مثنوی معنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ)

حدیث مبارک ''یَفْلِی ثَوبَہٗ'' کے صحیح معنے یہ ہیں

شارح مشکوٰۃ شریف ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں:

یفلی بفتح فسکون فکسر ویجوزانِ یکون من التفلیۃ ففی القاموس فلیٰ رأسہٗ بحثہٗ عن القمل کفلاہ ای یفتش

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل، صفحہ 149، جلد 2)

''یفلی کا پہلا حرف زبر، دوسرا حرف جزم، تیسرا حرف زیر سے پڑھا جائے۔ یہ لفظ ''التفلیۃ'' سے لینا بھی جائز ہے۔ لغت کی کتاب قاموس میں ہے ''فلی راسہ'' اس کا معنی ہے، اپنے سر کے بالوں کو الٹا پلٹا کر جوؤں کو تلاش کیا۔ فلاہ کے معنے تلاش کرنا ہے۔

اور علامہ عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یفتشہ لیلتقط مافیہ من نحو قمل

''یعنی تلاش کرتے تھے کہ کوئی چیز مثلاً جوں وغیرہ ہو تو نکال کر پھینک دی جائے''۔ (شرح شمائل للمناوی صفحہ 149، جلد 2)

یہ لکھ کر علامہ مناوی علیہ الرحمۃ وضاحت فرماتے ہیں:

ان الظاھر ھذا ان القمل کان یؤذی بدنہ لاکن ذکر ابن السبع وتبعہ بعض شراح الشفا انہٗ لم یکن فیہ قمل لانہٗ نور ولان اصلہ من العفونۃ ولا عفونۃ فیہ واکثرہ من العرق و عرقہ طیب، ومن قال فیہ قملا فھو کمن نقصۃً ولا یلزم من

التفلية وجود القمل فقد يكون للتعليم اولنفتش مافيه

(شرح شمائل للمناوی، صفحہ 149، جلد 2)

''لفظ ''یفلی'' سے تو بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جوئیں آپ کے بدن کو ایذا دیتی تھیں۔ لیکن اس طرح نہیں کہ حضرت ابن سبع اور شفا شریف کی شرح لکھنے والے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں: حضور انور ﷺ کے جسم مبارک میں جوئیں ہوتی ہی نہیں تھیں۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور (مجسم) تھے اور اس لئے بھی کہ جوئیں پڑنے کی اصل وجہ بدبو ہے۔ اور حضور ﷺ کے جسم اطہر میں بدبو تھی ہی نہیں اور اکثر جوئیں پسینہ سے پڑتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ پاکیزہ خوشبودار تھا اور جو شخص کہے کہ حضور ﷺ کے جسم میں جوئیں ہوتی تھیں وہ شخص حضور انور ﷺ کی تنقیص (یعنی توہین) کرنے والے کی طرح ہے۔ جوئیں تلاش کرنے سے یہ لازم نہیں ہو جاتا کہ جوئیں ہیں۔ تلاش کرنا کبھی دوسروں کو تعلیم دینے کی غرض سے بھی ہوتا ہے اور کبھی اس لئے بھی کہ دیکھیں کہ اس میں کوئی اور چیز تو نہیں''۔

شمائل ترمذی مطبوعہ سعید اینڈ سنز کراچی کے صفحہ 29 پر اسی مندرجہ بالا حدیث کے حاشیہ میں تحریر ہے:

قیل انه صلے الله علیه وسلم لم یقع ذباب قط ولم یکن القمل یؤذیه تعظیما وتکریماً لجاهه

''علماء حدیث فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر پر نہ کبھی مکھی بیٹھتی تھی اور نہ ہی جوں ایذا دیتی تھی۔ آپ کی بزرگی اور مرتبہ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے''۔

حضور ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو کے بارے میں صحاح ستہ میں بہت سی روایات موجود ہیں تاہم سیرت کی کتاب الشفاء للقاضی عیاض علیہ الرحمۃ میں سے صرف تین احادیث فقیر درج ذیل کر دینا کافی سمجھتا ہے۔

(۱) عن انس قال ما شممت عنبراً قطُ ولا مسکاً ولا شیأً اطیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے زیادہ خوشبو قطعاً نہ عنبر میں سونگھی نہ مشک (کستوری) میں اور نہ ہی کسی اور چیز میں یعنی حضور کے جسم کی خوشبو، دنیا کی تمام خوشبودار چیزوں سے زیادہ خوشبودار تھی''۔

(۲) ونام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دار انس فعرق فجاء ت امہٗ بقارورۃ تجمع فیھا عرقہ فسالھا رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقالت نجعلہ فی طیبنا وھو من اطیب الطیب

''اور حضور ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں سو گئے تو آپ کو پسینہ آ گیا پس اس کی والدہ ایک شیشی لے کر آئی اور آپ کا پسینہ اس میں جمع کرتی گئی رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا ہم اپنی خوشبو میں آپ کا پسینہ مبارک ملا دیتے ہیں۔ تو وہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہو جاتی ہے''۔

(۳) عن جابر لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمرفی طریق فیتبعہ احدٌ الا عرف انہٗ سلکہٗ من طیبہ

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، صفحہ 40، جلد 1)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کبھی بھی نبی ﷺ کسی راستہ میں گزرتے اور کوئی شخص آپ کی تلاش میں اس راستہ میں چلتا تو وہ آپ ﷺ کی خوشبو سونگھ کر جان لیتا کہ حضور اس طرف کو گئے ہیں''۔

مگر یہ کس قدر بڑا المیہ ہے کہ حضور پرنور کے جسم اطہر میں جوئیں پڑنے کا اعتقاد رکھنے والے گستاخان رسول ﷺ۔ مولوی، علامے، مشائخ پیر کہلاتے نہیں شرماتے۔

قرآن مجید میں اللہ جل شانہ بالوضاحت فرماتا ہے کہ نطفہ خبیث سے خبیث اولاد ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑا خبیث وہ ہے جو محبوب خدا احمد مجتبیٰ مصطفیٰ ﷺ کی شان میں تنقیص وتوہین کا ارتکاب کرے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات بے عیب میں عیب نکالے اور ان کی بے ادبی کرے۔ مولوی علی محمد نے اپنی کتاب ''آئینہ اعتقاد'' کے صفحات 36۔ 37۔ 208 میں یہ لکھ کر'' وہ تو ان پڑھا تھا، لکھنا بھی نہ جانتا تھا، اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہیں تھا، راستہ سے بے خبر تھا، رسول اللہ ﷺ قیامت میں نفع دینے کا مالک نہ ہوگا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی شان رفیع وارفع میں تنقیص وتوہین کا ارتکاب کیا ہے۔ حضور کی ذات میں عیب نکالے ہیں اور سخت بے ادبی کا مرتکب ہوا ہے اسی لئے میں نے سادات مسجد میں کہا تھا۔ ''نبی کریم ﷺ کا بے ادب، گستاخ، تخم حرام ہوتا ہے''۔ اس پر معترض صاحب غصہ میں آکر لکھتا ہے: عتل بعد ذالک زنیم کا مصداق تو ہے۔ صفحہ 35

جواب: آیئے اب مستند ومعتبر تفاسیر قرآن سے معلوم کریں کہ اس آیت کا مصداق کون ہے؟

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴿١٣﴾ (القلم)

''اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا۔ ذلیل بہت طعنے دینے والا۔ بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا۔ بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا گنہگار بدعادت، اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا''۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر صفحہ 84، جلد 30 میں لکھتے ہیں۔

وھذہ الایۃ نزلت فی الولید بن المغیرہ

''یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی''۔

عارف باللہ علامہ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لما نزلت ایۃ قال لا ان محمداً وصفہ بتسع صفات

اعرفها غیر التاسع منها فان لم تصدقینی الخبر ضربت عنقک فقالت لہٗ ان اباک عنین فخفت علی المال فمکنت الراعی من نفسی فانت منه فلم یعرف انهٗ ابن زنا حتی نزلت الآیة وانهٗ ذم بذالک لان الغالب ان النطفة اذا خبث خبث الولد

(الصاوی علی الجلالین، صفحہ 198، جلد 4)

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے مجھے نو صفات سے متصف بتایا ہے۔ جن میں سے ایک صفت کے سوا سب کو جانتا ہوں کہ مجھ میں ہیں (یعنی آٹھ صفات کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں ہیں، 9ویں صفت کے بارے میں مجھ کو کچھ پتہ نہیں) اگر تو اس 9ویں صفت کے بارے میں سچ نہ بتائے گی تو میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس پر اس کی ماں نے اس کو بتایا کہ تیرا باپ نامرد تھا، تو میں نے اس خوف سے کہ اس کے مرنے کے بعد، مال دوسرے لے جائیں گے چرواہے ملازم کو خود پر سوار کر لیا۔ پس تو اس کے نطفہ سے ہے تو جب تک یہ آیت نازل نہ ہوئی تھی اس کو معلوم نہ تھا کہ میں ولد الزنا (حرامی) ہوں اور اس آیت کے ذریعہ اسی لئے اس کو حرامی بتا کر مذمت کی گئی ہے۔ اس لئے کہ غالب امر یہ ہے کہ جب نطفہ خبیث ہو تو اس سے اولاد بھی خبیث پیدا ہوتی ہے''۔

شقی ازلی ولید بن مغیرہ نے محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان ارفع میں گستاخی کا ایک لفظ مجنون کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام زادہ ہونے کے ساتھ نو سچے عیب بیان فرما دیئے اس بناء پر مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تنقیص و توہین کرنے والا گستاخ حقیقۃً ولد الزنا (حرامی) ہوتا ہے۔ اب معترض صاحب بتائے کہ اس نے جو حضور ﷺ کی شان اقدس میں مندرجہ ذیل الفاظ تنقیص و توہین اور گستاخی والے لکھے ہیں۔ تو وہ خود آیت مندرجہ بالا کے مصداق عتل بعد ذالک زنیم۔ ہوا یا نہیں؟ انصاف

شرط ہے۔ معترض نے لکھا ہے (وہ تو ان پڑھ تھا، لکھنا بھی نہیں جانتا تھا، اس کو تو کتاب اور ایمان کا پہلے پتہ بھی نہ تھا، وہ تو قیامت میں نفع دینے کا مالک نہ ہوگا)

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ کیا نہیں میں حلال کا ارے ہاں نہیں۔ ارے ہاں نہیں

جنس کو جنس میں ڈھانک کر بھیجنے کی تہمت

سادات مسجد لاڑکانہ میں میں نے دوارن تقریر آیت مبارکہ لقد من اللہ علی المومنین کا حوالہ اس ضمن میں دے کر کہا تھا کہ نبی کریم ﷺ عام انسانوں جیسے نہیں ہیں۔ اور آپ کے جسم اطہر اور کپڑوں میں جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔ لیکن بیرائی مولوی نے لکھا ہے کہ نبی سائیں اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکالا کرتے تھے‘‘۔ اس بات کے حاشیہ نمبر 2 میں پھر نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے: آپ کے جسم اطہر میں جوں اصلاً نہیں ہوتی تھی مگر مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے شاید دوسروں سے آپڑتی تھیں۔ (شمائل ترمذی، صفحہ 194)

محدثین کرام کی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جوؤں کو بھی شناس تھی اس لئے کسی بھی حالت میں حضرت حبیب کریم ﷺ کے جسم مبارک اور کپڑوں میں ہرگز نہ پڑتی تھیں۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ساری مخلوق جانتی ہے کہ میں رسول اللہ ہوں، سوائے سرکش جنوں اور سرکش انسانوں کے۔

جوئیں بھی مخلوق ہیں حضور ﷺ کے ارشاد کے موجب وہ بھی حضور کو رسول جانتی تھیں اور ادب واحترام کرتی تھیں۔ آپ کے جسم اطہر اور لباس مبارک میں، مجلس میں بیٹھنے والوں سے بھی آکر نہ پڑتی تھیں۔ ثابت ہوا کہ حاشیہ نمبر 2 میں بھی بیر والے مولوی نے حضور ﷺ کے ارشاد مبارک کو جھٹلایا ہے۔ اور بڑی جسارت کے ساتھ غلط بیانی کی ہے۔ جوئیں تو عموماً گندے، بدبودار، عام آدمیوں کے بدن اور کپڑوں میں پڑتی ہیں۔ حضور اکرم کو عام آدمیوں میں شمار کرنا کفر صریح ہے۔ قرآن وحدیث کی تکذیب ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو عام آدمیوں کی طرح جاننا شیوۂ کفار ہے۔

کافراں دیدند احمد را بشر

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا معترض کے اطمینان کی خاطر فقیر یہ بھی واضح کر دیتا ہے کہ یہ حدیث دیوبندیوں کے بڑے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی تصنیف ''نشر الطیب'' کے ''پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں'' نقل کی ہے۔ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۝ (المائدہ)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب''

یہاں نور سے مراد نبی ﷺ ہیں اور کتاب سے قرآن مجید۔ اللہ تعالیٰ خود اعلان فرماتا ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ''نور'' ہیں۔ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اعلان فرماتے ہیں: میں ''نور من نور اللہ'' ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان اللہ عزوجل خلقنی من نورہ (مسند فردوس، دیلمی، صفحہ 171، جلد 1)

حضرت ملا علی قاری محدث علیہ الرحمۃ الباری شارح مشکوۃ فرماتے ہیں:

من انهٗ کان لاظل لشخصه فی شمس ولا قمر لانهٗ کان نورا' ای بنفسه والنور لاظل لهٗ لعدم جرمه وهذا مافی النوادر ولفظها لم یکن لهٗ ظل فی شمس ولا قمر

(شرح الشفاء صفحہ 753، جلد اول)

''نبی کریم ﷺ کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہ ہوتا تھا اس لئے کہ آپ نور تھے یعنی حضور کی ذات مبارک ''نور'' تھی اور نور کا جسم نہ ہونے کی وجہ سے سایہ نہیں ہوا کرتا۔ یہ بات نوادر الاصول میں بھی مذکور ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ ''نبی اکرم ﷺ کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہ ہوتا تھا''۔ اللہ جل

شانہ نے قرآن کریم میں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو ''نور'' فرمایا۔ اپنے محبوب سے حضور کے نور ہونے کا اعلان کرایا۔ مفسرین ومحدثین عظام علیہم الرضوان نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں حضور کو ''نور'' تسلیم کیا۔

جملہ مسلمان قرآن وحدیث اور مفسرین ومحدثین کے ارشادات کے مطابق حضور کو ''نور'' مانتے ہیں۔ لیکن معترض کو قرآن وحدیث ومفسرین ومحدثین کے یہ ارشادات دکھائی نہیں دیتے۔ اس کی نظر اس آیہ مبارکہ پر آکر ٹکتی ہے۔

قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ۔ اور اس کا ترجمہ یہ لکھتا ہے ''(اے نبی) کہہ دو کہ میں تم جیسا ہی ایک آدمی ہوں'' (صفحہ 35)

یعنی اس کے عقیدے میں رسول اللہ ﷺ عام آدمیوں کی طرح صرف ایک آدمی ہی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے اور قطعا مردود ہے۔

آیت مبارکہ قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ کا صحیح ترجمہ اور مفہوم یہ ہے

قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ (کہف:110)

''تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے''۔

ظاہری جسم کے لحاظ سے بنی آدم ہوں۔ مجھ پر بشری عوارض وامراض طاری ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں نور من نور اللہ ہوں۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام میرے نور سے مخلوق ہیں اور تمام بنی آدم اور مخلوق جنات وفرشتے عرش وکرسی لوح وقلم۔ آسمان وزمین اور ان میں جو کچھ بھی ہے میرے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ مجھے وحی آتی ہے۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور میرے ذریعہ وحی ورسالت ختم کردی گئی ہے۔ میرے ذریعہ نبوت ختم کردی گئی ہے میں خاتم النبیین ہوں۔ اس لئے مخلوق میں تم میں سے کسی کا مثل نہیں ہوں۔ ایکم مثلی؟ تم میں کون ہے جو میرا مثل ہو؟

واضح رہے کہ اگر حضور ﷺ کو اصلی نوری صورت میں نبی ورسول بنا کر بھیج دیا جاتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی بھی دیکھ نہ سکتا نہ آپ سے کتاب قرآن مجید وحکمت۔ کا علم حاصل کر سکتا اور نہ ہی احکام شرع وامور دین سے واقف ہو سکتا۔ اور نہ ہی کفر وضلالت اور ارتکاب محرمات ومعاصی اور خصائل ناپسندیدہ وظلمات نفسانیہ سے تزکیہ پا سکتا تھا۔ نہ خدا تعالیٰ کو جانتا مانتا اور نہ ہدایت پاتا۔ اسی طرح حضور ﷺ کی بعثت کے اصل مقصود سے مخلوق محروم رہ جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مخلوق کی ہدایت کے لئے اپنے محبوب کریم ﷺ کو بنی آدم میں سے بشری لباس میں بھیجا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران)

''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول (سرکار دو عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے (قرآن مجید ان کو سناتا ہے) اور انہیں پاک کرتا ہے''۔ (کفر وضلالت اور ارتکاب محرمات ومعاصی اور خصائل ناپسندیدہ ظلمات نفسانیہ سے) اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے (اور نفس کی قوت علمیہ وعملیہ دونوں کی تکمیل فرماتا ہے) اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

کہ حق وباطل ونیک وبد میں امتیاز نہ رکھتے تھے اور جہل ونابینائی میں مبتلا تھے۔ یہی بات واضح کرنے کے لئے میں نے سادات مسجد کی تقریر میں کہا کہ سرکار دو عالم ﷺ عام انسانوں جیسے نہیں ہیں۔ ان کی ظاہری بشریت بھی نورانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک جنس سے دوسری جنس پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی والے قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جنس کو دوسری جنس میں سے پیدا فرمایا۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو ''نور'' بنایا اور بشر سے پیدا فرمایا ہے۔ میری تقریر کے الفاظ کیسٹ میں محفوظ

ہیں۔ کسی بھی وقت سنے جاسکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ معترض صاحب نے بد نیتی سے میرے الفاظ کو توڑ مروڑ کر تہمت لگا کر اس طرح لکھا ہے۔

(الف) شر صاحب۔ آیت لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کا ترجمہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

''بے شک مومنو! تم پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے کہ تمہاری جنس میں دوسری جنس کو ڈھانک کر میں نے بھیجا ہے''۔

(ب) اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھانک کر بھیجتا تو یہاں بشر کا لفظ نہ بولتا۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو صاف بشر کہا ہے۔ بشر ہونے کا اعلان کرایا ہے۔

(د) جہاں ایک جنس کو دوسری جنس میں ڈھانک کر بھیجا کرتا ہے تو وہاں ''تمثل'' کا لفظ ہوتا ہے۔ (صفحہ 35)

چیلنج

اگر معترض صاحب میری تقریر کی کیسٹ سے یہ الفاظ ثابت کر دے۔ ''تمہاری جنس میں میں نے دوسری جنس کو ڈھانک کر بھیجا ہے'' تو اسے مبلغ دس ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ یہ الفاظ ثابت نہ کر سکا تو اس کی سزا یہی ہو سکتی ہے۔ فنجعل لعنة الله علی الکاذبین۔

مولوی علی محمد صاحب کے اعتراضات کا جواب

یہ اعتراض '' کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھانک کر بھیجتا تو اس کے متعلق بشر کا لفظ نہ بولتا'' سفاہت و جہالت کی دلیل ہے اس لئے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورانی مخلوق ملائکہ کو جب انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا ہے اس وقت ''بشر'' کا لفظ فرمایا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو جب حضرت بی بی مریم کے پاس ڈھانک کر بھیجا تو بشر کا لفظ فرمایا ہے:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۝ (مریم)

''پس ہم نے اس کی طرف اپنی روح کو بھیجا تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست بشر کی صورت میں ظاہر ہوا''۔

ثابت ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام کو انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا تو ان کے لئے لفظ ''بشر'' فرمایا ہے۔

معترض من گھڑت قاعدہ کے مطابق کہتا ہے۔ ''جہاں ڈھانک کر بھیجتا ہے تو وہاں تمثل کا لفظ کہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے آیت مذکورہ فتمثل لھا بشرا سویا پیش کی ہے۔ لیکن اس سے اس کا من گھڑت دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت مبارکہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نورانی مخلوق کو انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا ہے تو اس کے بارے میں بشر کا لفظ فرمایا ہے یہ ضروری نہیں کہ ڈھانک کر بھیجنے کا بیان کرتے وقت ''تمثل'' کا لفظ بولا جائے اس کی تردید کے لئے ثبوت ملاحظہ ہو۔

مندرجہ ذیل آیات مبارکہ میں ہے کہ ملائکہ کو انسانی صورت میں ڈھانک کر بھیجا گیا۔ لیکن تمثل نہیں فرمایا گیا:

(۱) وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ (ہود)

''بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے کہا سلام، اس نے جواب میں کہا سلام۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

(۲) وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ (الحجر)

''اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا حال سناؤ جب اس کے پاس آئے تو بولے سلام اس نے کہا ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے''۔

(۳) هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ

فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ (الذاریات)

''اے محبوب! کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی؟ جب انہوں نے اس کے پاس آ کر سلام کہا۔ آپ نے فرمایا سلام۔ اوپرے آدمی لگتے ہیں''۔

مندرجہ بالا تینوں آیات مبارکہ میں ذکر ہے کہ نوری ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں انسانی صورت میں ڈھلکے ہوئے حاضر ہوئے لیکن کسی بھی آیت مبارکہ میں ان کے لئے لفظ تمثل نہیں ہے۔ اس لئے معترض کا دعویٰ غلط ثابت ہو گیا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر جاننا اور کہنا شیوہ کفار ہے

ضال و مضل وہابیوں کے سارے گروہ آیۃ مبارکہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے صحیح و اصل مفہوم کو بگاڑ کر، حضور منبع نور محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہی جیسا بشر کہتے ہیں۔ اور اپنے اس غلط عقیدہ کو بمصداق۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے

مسلمانوں کے دل و دماغ میں بٹھا دینے کی سرتوڑ کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ ایسا عقیدہ رکھنا شیوہ کفار ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

''تو اس قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں''۔ (ہود: 27)

اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں قرآن پاک میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب، سید الانبیاء ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہتے اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔ نیز اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

''تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا، بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی''۔

(المومنون:24)

نیز فرمایا:

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ (المومنون)

''اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے''۔

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ (المومنون)

''اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو تو تم ضرور گھاٹے میں رہو''۔

یعنی یہ اگر نبی ہوتے تو ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے ان باطن کے اندھوں نے کمالات نبوت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے یہ بنیاد ان کی گمراہی کی ہوئی۔

نیز فرمایا:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یٰس)

''جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا، اب ان سب نے کہا (یعنی تینوں فرستادوں نے) کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی''۔

ثابت ہوا کہ کفار انبیاء و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسر شان کے لئے ان کو بشر کہہ کر پکارتے تھے اسی طرح تمام نجدی وہابی بھی سرکار دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کو بشر کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسر شان اور توہین و تنقیص کے مرتکب ہیں۔ شیوہ کفار کو اپنائے

ہوئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد میں تم میں سے کسی کے بھی مثل نہیں ہوں۔ صحابہ کرام کا اقرار ہم آپ کے مثل نہیں ہیں

عن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال حدثت یا رسول اللہ انک قلت صلوٰۃ الرجل قاعدا نصف الصلوٰۃ وانت تصلی قاعدا فقال اجل ولا کنّ لست کاحد منکم (مسلم صفحہ 253، جلد 1)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ بے شک آپ نے فرمایا ہے: آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا (ثواب کے لحاظ سے) نماز کا نصف ہے اور آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا ہاں (یہ درست ہے) لیکن میں تم میں سے کسی کے بھی مثل نہیں ہوں''۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتوا صلوا قال انک تواصل قال لست کاحد منکم قال انی اطعم واسقی او انی ابیت اطعم واسقیٰ (صحیح بخاری، صفحہ 263، جلد 1)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لگاتار روزے نہ رکھا کرو، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی آپ خود تو لگاتار روزے رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا میں تم میں سے کسی ایک کے بھی مانند نہیں ہوں''۔

فرمایا بے شک میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ مجھ کو کھلایا پلایا جاتا رہتا ہے۔ نیز اسی مضمون کی روایت حدیث کی کتب (جامع ترمذی صفحہ 97، جلد 1۔ ابوداؤد، شریف، صفحہ 329، جلد 1 اور صحیح بخاری، صفحہ 263، جلد 1 میں موجود ہے جن کے الفاظ یہ ہیں ''لست مثلکم، لست کھیئتکم اورانی لست کاحد میں تمہاری مثل نہیں ہوں''

میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں کسی ایک کی مانند نہیں ہوں"۔

صحیح بخاری کی ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے وایکم مثلی۔ تم میں کون ہے، جو میری مثل ہو؟ اورام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

کان رسول الله اذا امرهم امرهم من الاعمال بما یطیقون قالوا انا لسنا کهیئتک یا رسول الله صلی الله علیه وسلم

(صحیح بخاری، صفحہ 7، جلد اول)

"رسول اللہ ﷺ صحابہ کو کوئی حکم دیتے تھے تو اس طرح کے اعمال کا حکم دیتے جن کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان عرض کیا کرتے تھے کہ یارسول اللہ، ہم آپ کے مثل نہیں ہیں"۔

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری مثل نہیں ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی عقیدہ تھا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی مثل نہیں ہیں مگر بدنصیبی ہے۔ نجدی، وہابی، دیوبندیوں کی جن کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم بھی ہم جیسے ہی آدمی ہیں۔ جس سے ارشادات رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکذیب اور تنقیص شان رسالت ہوتی ہے جو صریح گمراہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

آیت مبارکہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا صحیح مطلب

معترض نے باعث تخلیق عالم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہوئے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا معنی یہ لکھا ہے "اے نبی! کہو کہ میں تم جیسا ہی آدمی ہوں"۔

(صفحہ 35)

اس لئے فقیر اس گمراہ کن غلط عقیدہ کی تردید کے لئے آیہ مبارکہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا صحیح مفہوم قرآن وحدیث کی روشنی میں بالاختصار واضح کردینا ضروری سمجھتا ہے۔

واضح رہے کہ نصوص قرآن مجید اور احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا بشر ہونا ثابت

ہے۔ حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار قرآن وحدیث کا انکار ہے۔ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا بلکہ سب انسان انہی کی اولاد ہیں۔ اسی وجہ سے انسان کو آدمی کہتے ہیں۔ یعنی اولاد آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر۔

حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ البشرۃ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح اور ادمۃ کے معنے باطنی سطح کے ہیں۔ قرآن میں جہاں کہیں انسان کی جسمانی بناوٹ اور ظاہری جسم کا لحاظ کیا ہے تو ایسے موقعہ پر خاص کر اسے بشر کہا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ''کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں'' کہہ کر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ بلاشبہ بشری تقاضوں میں سب انسان برابر ہیں مگر معارف جلیلہ اور اعمال جمیلہ کے لحاظ سے ان میں تفاوت رتبی پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ان معارف و اعمال کے ساتھ مخصوص فرما کر سرفراز کر دیتا ہے۔ چنانچہ جملہ یوحی الی میں اس حقیقت پر تنبیہ کی ہے کہ میں تم میں صرف وحی الٰہی کے ساتھ ممتاز ہوں۔ (مفردات القرآن)

واضح ہوا کہ حضور سرکار دوعالم ﷺ بظاہر جسمانی بشریت کے لحاظ سے بنی آدم ہیں۔ بشری تقاضوں میں سب انسانوں جیسے ہیں۔ لیکن بحقیقت، حضور کی بشریت کسی بھی بشر کے مثل نہیں اور محال ہے کہ کوئی بھی بشر حضور کا مثل ہو جو کوئی کسی صفت خاصہ میں کسی کو حضور کا مثل بتائے، گمراہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے اور حضور کے نور سے ساری مخلوق پیدا کی ہے۔ جیسا کہ حدیث جابر کی روایت سے بالوضاحت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور، اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر میرے نور سے عرش و کرسی۔ لوح و قلم ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ چاند، سورج، ستارے، ملائکہ، جن و انس وغیرہم تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ یہ حدیث دیوبندیوں وہابیوں کے پیشواء مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی ''نشر الطیب'' میں نقل کر کے فا۔ ہ میں لکھا ہے: اس

حدیث سے نورِ محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا'' الخ۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام، ابوالبشر ہیں اور حضور ﷺ ابوالخلائق ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور تمام بشر، خاکی ہیں مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور مٹی بھی حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کسی بشر کے مثل نہیں۔ بہ ظاہر بشر ہونے کے باوجود نور من نور اللہ ہیں۔ آپ کی بشریت نوری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا مظہرہ بنایا وحی سے ممتاز کیا، مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز کیا کہ آپ نے فرمایا: الا وانا حبیب اللہ (ترمذی شریف، صفحہ 202، جلد 2) سن لو میں اللہ کا حبیب ہوں۔

آپ کی محبوبیۃ کبریٰ کے بارے میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

ثم من المعلوم انہٗ لولا نور وجودہٖ وظہور کرمہٖ وجودہ لما خلق الافلاک ولا اوجد الا ملاک فھو مظھر للرحمۃ الالھیۃ التی وسعت کل شیء من الحقائق الکونیۃ المحتاج الی نعمۃ الایجاد ثم الیٰ منحۃ الامداد

(شرح شفا لعلی القاری، صفحہ 37، جلد 1)

''اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کا ظہور نہ ہوتا تو یہ افلاک واملاک کبھی نہ ہوتے پس آپ کی ذات اس رحمت الہیہ کا کامل مظہر ہے اور ہر اس چیز کو محیط ہے جو اپنی ایجاد و تخلیق اور ظہور و وجود میں آپ کی محتاج ہے''۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ (مائدہ)

''بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب''۔

حضرت علامہ ملا علی قاری محدث رحمۃ اللہ علیہ ''شرح شفا'' میں فرماتے ہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں حضور ہی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ مظہر ذات، مظہر صفات، مظہر احکام و

اخبار ہیں لہٰذا یہ عطف تفسیری بھی ہو سکتا ہے"۔

"تفسیر جلالین" میں ہے۔

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ هو النبی صلی الله علیه وسلم وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ ۝

"نور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب قرآن مبین ہے"۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں علامہ صاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

سمی نوراً لانه اصل کل نور حسی و معنوی (تفسیر صاوی)

"اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "نور" فرمایا اس لئے کہ ہر نور حسی و معنوی کی اصل ہیں"۔

تفسیر روح المعانی میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرمایا:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ، نور عظیم وهو نور الانوار والنبی المختار صلی الله علیه وسلم

"اس کے معنے یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور عظیم ہیں صرف ہدایت کا نور نہیں بلکہ حضور نور الانوار ہیں یعنی تمام نوروں کا نور ہیں اور نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بلکہ بنفس نفیس خود نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام نوروں کا نور ہیں"۔

واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت حقیقی اور جسمانی ہے۔ آپ ایمان و معانی یعنی ذات و صفات دونوں کے جامع ہیں۔ نور مطلق بن کر تشریف لائے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نور ہیں جس کے ساتھ کوئی قید نہیں۔ اس سے یہ واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق نور ہیں۔ ہدایت کا نور، علم کا نور، ایمان کا نور، جسم کا نور، جان کا نور، زمین کا نور، آسمان کا نور، عرش کا نور، فرش کا نور، لوح و قلم کا نور، ملائکہ کا نور، الختصر تمام مخلوق کا نور ہیں۔

حدیث جابر میں حضور نے فرمایا:

یا جابر ان الله خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره. (نیز)

عن ابن عباس ان الله عزوجل خلقنی من نورہ

(مسند فردوس دیلمی جلد 1، صفحہ 171)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک مجھ کو اللہ عزوجل نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے''۔

حضور ﷺ کے نور من نور اللہ ہونے کا مطلب

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کا خاص جلوہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نور کا بعض حصہ نہیں ہیں۔ یہ من تبعیضیہ نہیں بلکہ شرافت پر دلالت کرتا ہے جیسے نفخت فیه من روحی یا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے روح منه، نجدی اور دیوبندی وہابی حضور ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہوئے اور قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے ظاہری الفاظ کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بشریت کے مثل بشر مانتے ہیں۔ جو نص قرآن اور احادیث صحیحہ کا صریح انکار ہے۔ پس جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا مطلقا انکار کفر ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کا مطلقا انکار بھی بے دینی و گمراہی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

حضور ﷺ کی بشریت کسی بشر کے مثل نہیں

گزشتہ صفحات میں قرآن وحدیث سے ثابت ہو چکا کہ سرکار دوعالم ﷺ نور من نور اللہ ہیں اور بے مثل ہیں۔ اب تمام نجدی وہابیوں کے اس باطل عقیدہ کی تردید مقصود ہے۔ جو قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے غلط استدلال کر کے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک عام بشر جانتے اور خود کو بلحاظ بشریت حضور ﷺ کے مثل مانتے ہیں۔ جب کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق میں سے کسی کے مثل نہیں، نہ مخلوق میں سے کوئی حضور ﷺ کے مثل ہو سکتا ہے۔ اسی عقیدہ پر اجماع امت ہے۔ اور اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے مراد یہ ہے کہ میں ظاہر صورت بشری میں تم جیسا ہوں کہ مجھ پر

بشری اعراض وامراض طاری ہوتے ہیں اور صورت خاصہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں (خزائن العرفان)

آپ اس چیز میں مثل ہیں کہ آپ نے فرمایا میں خالص بندہ ہوں مجھ میں الوہیت کا شائبہ نہیں۔ نہ خدا ہوں، نہ خدا کا جزو، نہ خدا کا بیٹا بھائی وغیرہ بلکہ خاص بندہ ہوں۔ سرکار دو عالم ﷺ سے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا اعلان اس لئے کرایا گیا کہ چونکہ آپ کے لباس بشریت میں ظہور کے باوجود آپ کی صفات وخصوصیات تمام بنی نوع بشر کی خصوصیات و صفات سے بالا وبرتر اور بے مثل ہیں آپ کے معجزات تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے عظیم وبے نظیر ہیں اس لئے آپ سے عبدیت کا اقرار کرایا گیا کہ کہیں لوگ آپ کو بھی یہود ونصاریٰ کی طرح ابن اللہ یا خدائی میں شریک نہ سمجھنے لگیں۔ چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> قلت فيه سد الباب الفتنة افتتن بها النصارى حين راوا عيسى يبرئ الاكمه والابرص ويحيى الموتى وقد اعطى الله تعالىٰ لنبينا صلے الله عليه وسلم من المعجزات اضعاف ما اعطى عيسى عليه السلام فامره باقرار العبودية وتوحيد البارى لا شريک له (تفسیر مظہری صفحہ 77، جلد اول)

”میں کہتا ہوں کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہنے سے اس فتنہ کا دروازہ بند کیا گیا ہے جس فتنے میں نصاریٰ مبتلا ہو گئے تھے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد نابیناؤں کو بینا کر رہے ہیں کوڑھیوں کو تندرست کر رہے ہیں اور مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ تو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ اور بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت زیادہ اور عظیم معجزے عطا فرمائے ہیں۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنی عبدیت کا اقرار کریں اور باری تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان

فرمائیں کہ وہ لاشریک لہ ہے"۔

تا کہ آپ کی تواضع کے اعلان کو دیکھ کر، لوگ آپ کو نصاریٰ کی طرح ابن اللہ نہ کہنے لگ جائیں یا آپ کو خدائی میں شریک نہ ٹھہرالیں۔

بفضل اللہ تعالیٰ عزاسمۂ و بفضل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کہ سادات مسجد لاڑکانہ میں فقیر کی تقریر وبیان پر مولوی علی محمد صاحب کے اعتراضات کے جوابات تکمیل پذیر ہوگئے۔

فالحمد للہ علی ذالک والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین

حررہٗ الفقیر محمد عبدالرحیم سکندری

مہتمم مدرسہ صبغۃ الہدیٰ۔ شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ (سندھ)

25 رمضان المبارک 1415 ہجری۔ مطابق 26 فروری 1995ء

خوشخبری

معروف محدث ومفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری 10 جلد

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ ''ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف''

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی

یادگار تصانیف

تفسیر ضیاء القرآن

جلد ۵

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ

اہل دل کیلئے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر

لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

سنت خیر الانام

سیرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عظیم کتاب

ضیاء النبی

جلد ۷

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے

معمور تصنیف

مقالات

مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ و دیگر سلاسل

کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز

اور دلآویز شرح

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

فون:

گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479

فیکس 7238010

۹۔ الکریم مارکیٹ 7225085-7247350

۱۴۔ انفال سنٹر کراچی 2630411-2212011

فیکس 2210212